

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224633

UNIVERSAL
LIBRARY

الحمد لله الذي جعلنا من بين خلقه من كان في خلقه من كان في خلقه

نعمه جبارا كذا في بيان اردو المسمى به

حدائق النعمت

بسم الله تعالى بنده فضل الله تعالى جبارا كذا في بيان اردو المسمى به
لا هو بنظر فائدة عام خصوصاً في سطر اميدار ان امتحان نشي عالم
بيت اعلوم پنجاب باميد قدردان حضور للمع النور بنهر بنج طلبا ويزر

جناب ذاك السرحي في بليو ليث صديقا

باني باني در جبر ادر پنجاب يونيورسيتي كالج بزيان

فارسي اردو مين مختصر ترجمه مضافه

بعض مسائل ضروري في فن عروض

كس مشتمل على مين مرتب جوك

بسم اتمام كار بعد اتمام

مطبع انجمن پنجاب اهريل ۱۳۰۵ ق م قالع طبع مين

جلد ۳۰۰

طبع اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۹۱۶

CHECKED 1965

بعد حمایز و متعال و نعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کمال کثیرین فیہ مستعمل ہوا ہے
 و لشیخ کرم الہی سرشت تہ دار پنجاب یونیورسٹی کالج لاہور نے سجدہ منار باب و کلام
 متس ہے کہ محکمہ پنجاب یونیورسٹی کالج کی اولوالعزمی اور جناب ڈاکٹر جی ٹی بلوچ صاحب
 صاحب بہادر رجسٹرار دہانی محکمہ موصوف کی جو ہر شئ ناسی و قدر دانی سے ہر ایک کو
 دیکھ کر کوہِ تقویت حاصل ہوئی کہ اپنے اپنے کمالات کو بامید قدر دانی پیش کر کے اپنی
 مراد کو پہنچتے ہیں۔ ہر چند بندہ اس قابل نہیں کہ اپنے آپ کو زمرہ مستفیعین یا موفقیین
 غما کرے لیکن بوجہ نسبت تلخیصی شہدائین نسخہ چار گلزار فارسی کو واسطہ فائدہ
 امیدواران امتحان اوسط فارسی یعنی منشی عالم کے زبان اردو میں مختصر ترجمہ
 کیا اور بیان عروض میں محض پابند اصل کتاب کا نہیں بلکہ اور سالیحت
 سہی افادہ کر کے مختصر کو حد یقہ بلاغت کے نام سے موسوم کیا۔ اہل نہ
 سے امید ہے کہ اگر کہیں سے وہ خط پر نظر پڑے تو تعلیم اصلاح عیب شہی فرما کر
 اس کتاب میں چار گلزار میں جن میں پہلی گلزار میں دہانہ
 پہلے گل کا بیان

اس میں حروف تہجی کے اسماء کی تقسیم اور زبان پارسی کا بیان ہے
 حروف تہجی کے تین قسم ہیں۔ مشروری جو د حروف سے کہیں جاوین جیسا کہ
 تا تا جا جا را را تا تا تا تا۔ مفعولی جو تین حروف سے کہیں جاوین اور اسکا
 قسم اقل سے ہو۔ جیسا کہ الف جیم دال ذال سین شین و د جٹا و غیر
 عین قاف کاف لام۔ مکتوبی یہ بھی تین حروف سے کہیں جاوین الا اور اسکا

۲۰
 سرشت تہ دار پنجاب
 یونیورسٹی کالج لاہور
 محکمہ موصوف کی
 رجسٹرار دہانی
 صاحب بہادر
 صاحب

ہے جو لبتا پڑا جاوے۔ غنہ وہ نون جو حرف علت لینے (وَاَنْفِ يَاءِ) کے بعد آتی ہو اور زبان سے نہ پڑا جاوے بلکہ ناک سے نکلے۔

کلمہ مستقل اپنے معنی پر ولادت کر گیا۔ یا نہ اسکو حرف کہتے ہیں پہلی قسم میں یا زمانہ ہوگا جسکو فعل کہتے ہیں یا نہ جب کو اسم کہتے ہیں۔ رد ابط کلام مثل ورو غیر وہی قسم حرف سے ہیں۔ پارس میں مصدر دو قسم ہے۔ منفرد یعنی جسکے آفرین دن یا تن ہوگا سب فعل ہوں۔ مشتق ہوتے ہیں۔ جامد یعنی جو کسی مصدر سے ملکر مصدری معنی پیدا کرے۔ اس میں کوئی فعل نہیں نکلتا۔ فعل دو قسم پر ہے لازمی یعنی وہ فعل کہ فاعل سے ختم ہو یا نہ ہو مثلاً متفق متقدمی یعنی وہ فعل کہ مفعول تک ختم ہو یا نہ ہو۔ ان کے بعد فعل خواہ لازمی ہو یا مستقدی باعتبار فاعل کے دو قسم پر ہے معروف جبکہ فاعل معلوم ہو مجہول جبکہ فاعل معلوم ہو فارسی میں ماضی کے پنج قسم ہیں۔ تعلق۔ بعید۔ قریب۔ استمراری۔ مشکوک۔ حال و استقبال کا کوئی قسم نہیں۔ ہر ایک فعل کے چھ صیغے ہیں (واحد و جمع) غایب (واحد و جمع) حاضر (واحد و جمع) مستکم۔ پارس میں تثنیہ کا کوئی صیغہ نہیں جو صیغہ ایک سے زیادہ کے واسطے ہو اور ہر جمع کا اطلاق ہوتا ہے اور مذکر و مؤنث کے بھی فارسی میں تینہ نہیں۔ مصدر کے آخر سے نون گرائی اور نون گر اگر اس کے آخر نون و وال (و ر۔ ر۔) (نی) (مرد) اور (نی) (موقوف) اور (میں) ساکن۔ اور (نی) (میں) علیحدہ لگائے سے ہر جمع صیغہ مذکور ماضی مطلق کے حاصل ہوتے ہیں۔ ماضی قریب کیواسطہ ماضی مطلق کے آخر نامی مختفی مع است ایزا کرتے ہیں۔ جیسا گذشتہ است اور صیغہ واحد ماضی کے آخر مختفی پر ہمزہ لگاتے ہیں۔ اور ماضی مطلق کے اول می لگانے سے ماضی تہذیب بنتی ہے۔ ماضی مطلق کے آخر ماضی مختفی مع باشد ملانے سے ماضی شکی پیدا ہوتی ہے لفظ خواہ ماضی مطلق پر پڑانے سے مستقل ہو جاتا ہے۔

مضارع حال و استقبال دونوں کو شامل ہے صیغجات مضارع پر ہی بڑھانے سے
خاص معنی حال کے پیدا ہوتے ہیں۔ امر کے دو قسم میں مجرور جو تہنا سو کسی اور لفظ
کے متصل ہو جیسا کہ۔ اسکے آخر جمع حاضر کے ضمیر لگانے سے صیغہ جمع حاصل ہوتا
ہے۔ ماضی جو لفظ می سے ملکر متصل ہوتا ہے جمع اسکی بسبب اشتراک صیغہ حال نہیں
آتی صیغہ واحد اور جمع امر مجرور پر ہم مفتوحہ لگانے سے صیغہ ہی حاصل ہوتا ہے۔ ماضی
مطلق کے آخر ماضی مطلق لگانے سے اسم مفعول بنتا ہے جیسا کہ تہنا اور مار کو لگے
بدل کر مع الف و نون جمع کا اسکے آخر بڑھانے سے صیغہ جمع بنتا ہے جیسا کہ شتہ
گذشتہ لگائیں اور کبھی فقط مار کے آخر الف زیادہ کرتے ہیں جیسا کہ شتہ مار ہیں۔
علامت نفی کی نون مفتوحہ ہے جیسا کہ رد و نکرہ و غیرہ۔ اثبات وہ ہے جسپر
نون نفی نہ ہو۔ صیغہ حال پارسی میں متصل ہوتا ہے عربی میں نہیں۔ مضارع بالالف
مشترک معنی حال و استقبال کو ہے۔ کسیکو حکم کر نیکو امر کہتے ہیں کسیکو کام کے
شانے سو مخفی کہتے ہیں۔

تیسرے کُل کا بیان

اس میں حروف معزودہ و مرکبہ کے اقسام اور حروف کے تغیر و تبدل کا بیان ہے۔
بارہ قسم ہے جنہیں سے تین اق ا ابتداء الفاظ میں آتے ہیں مگر وہ جو پڑھنے میں
دراز ہو اصل یہم و والف ہوتے ہیں پہلا متحرک دوم ساکن۔ جب بارہ زاید
نون نفی۔ یا شیم ہی۔ ماضی۔ مضارع۔ امر یعنی پڑاغل پہلے تین توالف متحرک ہیں
پاسے بدل جاتا ہے۔ مقصورہ وہ جو پڑھنے میں دراز ہو جیسا کہ لگندین اور یہ
بھی ہیں وقت دخول بارہ زاید یا نون نفی یا شیم ماضی سے بدل جاتا ہے جیسا
کہ لگندین۔ الف متحرک کبھی کبھی دال مہملہ متحرک سے بدل جاتا ہے جیسا کہ دال
و بدین میں۔ اور کبھی جب ابتداء میں ہو یا سے بدلتا ہے جیسا کہ یکدرش میں

معدودہ مقصور پہی پڑنا جا تا ہے۔ چار کا اچار۔ الف وصل وہ جو قبل کلمہ دو حرفی کے مفتوح واقع ہو اور مابعد اسکا اپنے حال پر ہے۔ جیسا بر و ابر و اری و اری میں اور جب ثلاثی یا رباعی یا خاسی کلمہ پر داخل ہو تو حرکت مابعد اس کے کی تفصل ہو کر اوپر آ جاوے گی جیسا اشتر و اشکم وغیرہ میں۔

اور تین اقسام وسط الفاظ میں آتے ہیں۔ الف رابطہ جو ایک قسم کے دو فعلوں یا دو اسموں میں داخل ہو کر معنی با کے پیدا کرے جیسے دام و در و در و غیرہ۔ الف و تہمتا جیسا شواد میں۔ الف عطف یہ بھی مثل رابطہ کی ہے الا فرق یہ ہے کہ الف عطف مختلف اقسام کے فعل یا دو اسم میں واقع ہوتا ہے اور او عطف کا فایزہ ہوتا ہے جیسا شہار و زور و گلابو۔ اور چہم اقسام اخیر الفاظ میں واقع ہوتے ہیں۔ الف وہ جو مناد کے بعد واقع ہوتا ہے جیسا دلا و جانا میں۔ الف تحین کلام وہ جو بے معنی فقط حسن کلام کی واسطہ اور سے مشگلا و دلا و گنا کیستی گفتم و دعا گوئی شہا۔ الف مدصوت وہ جو درازی صوت سے پڑنا جاوے اور معنی درد و غمناکی کے پیدا کرے جیسا ع درینا اسے فلک یا من چہ کر دی۔ الف فاعلیت وہ جو معنی فاعل کے پیدا کرے جیسا گویا میں۔ الف مبالغہ جو معنی زیادتی پیدا کرے جیسا خوشا و لبامین الف مصد جیسا فراخا و نثر فامین بامی موصد تازی یہ بھی فارسی بدلتی ہے جیسا بت و پت اور کہی و او جیسا خوا و خواب میں۔ اسکے سیرہ اقسام میں جنہیں سے گیارہ ابتداء کلمہ میں آتے ہیں بامی زیادتی جو بمعنی الفاظ پر داخل ہو۔ یہ چار قسم پر ہے۔ اول وہ جو افعال و مصادر پر داخل ہو اگر کلمہ افعال و مصادر کا مفتوح یا کسوت ہو تو یہ کسوت ہوگی اور اگر معنوم ہو تو معنوم۔ دو وہ جو اس قسم پر مفتوح داخل ہو جس کے بعد بر یا در ہو جیسا ع بدریا و منقش بے شمار ہے۔ تیسرے وہ جو تازی انتہا سے کے بعد اسم یا فعل کے اول یا فتح

داخل ہو جیسا از مشرق تا مغرب - چارم وہ جو بجز وجہت پر داخل ہے -
 بائیں طرف وہ جو یعنی درہوتی ہے جیسا بخاند اور رخم -

بائیں علویت جو یعنی بر آتی ہے جیسا - بروئے او نگاہ کروم - بائیں مصاحبت وہ
 جو فائدہ یعنی ہر ای کے دینا ہے - چنانچہ بفلان رقم - - بائیں قسمینہ جو یعنی گنہ

میں آتی ہے جیسا کہ سبر تو - بائیں علت جو یعنی برائے کا فائدہ دیتی ہے جیسا
 بخاطر شفاء دم - بائیں تشبیہ وہ جو مشبہ کے بعد مشبہ پر واقع ہو اور اس سے

فائدہ حروف تشبیہ کا حاصل ہو جیسا ع آتش بنان دیو بندت ماند -

بائیں المصاق جو یعنی از آتی ہے چنانچہ ع گنہ پند و پرودہ پوشد بکلم - بائیں
 ربط وادون

استمانت جو یعنی مد آتی ہے یہ نظم میں کم اور نثر میں اکثر مستعمل ہے چنانچہ

برب العباد موقع دعا میں اور سرفلان بہ تیغ بر شد - بائیں قرابت جس سے

نزدیکی کے نکلنے میں ع کرستہ بہ یعقوبش فرستاد - بائیں مفعول جیسا ز لیم

لنج بخشید - اور دو قسم وسط کلمات میں آتے ہیں - بائیں انتہائیہ وہ جو یعنی

نامختلف قسم کے دو اسموں میں آتی ہے مثلاً ع ز مشرق مغرب مد و آفتاب

بائیں رابطہ وہ جو ایک قسم کے دو اسموں میں آتی ہے - چنانچہ دست بدست - تائی

مشاہدہ فوجا کے چار اقسام ہیں جن میں سے ایک اول کلمات میں آتا ہے -

اے خطاب وہ جو ابتداء میں خطاب کا حد حاضر کے لئے معنوم پڑ ہی جاتی ہے اور

چونکہ کوئی لفظ و حرف سے کم نہیں ہوتا اس لئے اسکے ساتھ واو معدولہ ملا کر تو پڑتا

ہیں - لیکن جب سہر مفعول یا اضافی یا است مثبت فعل مضارع آتا ہے

نوداو معدولہ گر جاتی ہے - اور تین اقسام آخر کلمات میں آتے ہیں - اے

خطاب وہ جو یعنی تو آخر اسما و افعال میں آتی ہے مثلاً رویت تائی مفعول

یعنی یعنی ترا مثلاً شاہ اسپت بخشید - یعنی خود مثلاً عیرین کتاب پیرت را

کھا ہے یہ دال بدل سے ہی بدلتی ہے مثلاً تو دود وغیرہ میں -
 ناسی مثلاً منہ بوس بربی ہے جیم نازی گا ہے یہ ناسی مثلاً زای لاری و نوبی
 شین بمعکات پارسسی بدل جایا کرتی ہے - مثلاً تارات و کرتز - و رزہ و کاشتر
 آخیشک کہ دراصل تاراج و کج و رجب و کج و آخیش تھا

جیم پاریسی پہ چہ ابتدا میں کسور واقع ہو تو اسکے آخر ناسی مخفی لگاتے ہیں اور
 آئندہ قسم پر ہے - استفہام مثلاً چہ میکنی - استفہام نفی مثلاً فلان چہ میداند -
 مسادات مثلاً مہ اشنی اس مردنی اند چہ شاہ و چہ گدا - تحقیر مثلاً فلان چہ قابل
 تعظیم مثلاً عمر چہ بہا و سرت - تحسیر معنی و وجہ موقع افسوس میں آتی ہے جیسا دینا
 ایفلان بامں چہ کر می - ہی مثلاً چہ غوغا میکنی - - مبالغہ مثلاً چہ خوش وقتی - او
 جب وہ ابتدا میں مضموم واقع ہو تو اوامعدولہ اسکے آخر پڑتے ہیں جس سے
 سننے ادات شرط یا تشبیہ کا حاصل ہوتا ہے - کبھی سکے پڑن غنہ لگاتے ہیں مثلاً چہ
 اور کبھی و حذف کر کے لفظ نان یا پنن پیوند کرتے ہیں - اور کبھی ان سب کے
 اول لفظ ہم مضاحہ کیلئے آتا ہے - اور کبھی چہان کے بعد وفادہ تمثیل کے
 واسطہ لفظ چہ زیادہ کرتے ہیں جس سے نایفہ معنی غیر معین شی کا ہوتا ہے اور کبھی
 اسکے بعد ہی لفظ این و ان پڑا کر افعال حذف کر کے چندین و چندان پڑھتے
 ہیں - اور کبھی چہ کے اول افادہ معنی فاعلیت کے لئے لفظ ہر اور زیادہ کرتے ہیں
 - اور کبھی اثبات فعل موضوعہ کو لئے مائے مخفی آخر چہ سے حذف کر کے لفظ است
 ملا کر و افعال کو یا سے بدکر حدیث پڑھتے ہیں - کبھی یہ شین مجہد یا جیم تاز
 سے بدل جاتی ہے مثلاً کاشی و نیزر جہر کہ دراصل کاجی و نیزر جہر تھا - کاجی
 بربی ہے خامی مجہد جب ابتدا میں ہو - تو کہے مائے ہوز سے بدل جاتی ہے جیسا
 ہاک و خاک - اور جب آخر میں ہو تو گا ہے عین بمعہ سے بدلتی ہے جیسے شین و شین

اور جب ابتدا میں ہو تو کاشی و نیزر جہر کہ دراصل کاجی و نیزر جہر تھا - کاجی

اور جب وسط مصداقین کو اسے توصیحات مضارع و امر و ماضی میں آداجمہ سے بدلتی ہے
جیسا ساز و غیرہ۔ **وال** پہلے یہ صیغہ مال و مضارع کے آخر ساکن واقع ہوتی ہے۔ کہ
یہ آتش فشاں فو قانیہ سے بدلتی ہے۔ مثلاً زلزلات اور کبھی وال مجہول سے مثلاً آواز
وال مجہول اگر قابل سکے کوئی حرف علت ساکن ہو تو واسکو ذال پڑھتے ہیں ورنہ
وال پہلے یہ اکثر بہ حالت میں آ سے بدلا کرتی ہے مثلاً لوف و انور و جمال
و امی مجہول یہ بعض وقت جہیم تازی یا اس پہلے یا عین مجہول سے بدلا کرتی ہے جیسا
چو جہ و ایاس و کرنی سیلین پہلے یہ اکثر صیغہ مضارع و امر و حال و ماضی میں آ ہے
یا آ و یا تون یا آ سے بدلتا ہے مثلاً کاہد و جوید و بند و بیاراید اور کلمہ ہے
جب وسط کلمات میں واقع ہو تو شین مجہول سے بدلتا ہے جیسا فرستہ و شت
اور کبھی جب آخر میں ہو تو ج پارسی بدلتا ہے مثلاً خروس و خرمن و شین مجہول
یہ اکثر صیغات مذکور میں پہلے سے بدلتا ہے مثلاً گدرو و غیرہ اور آخر میں
تازی سے بدلتا ہے مثلاً کاش و کلج۔ اور یہ تین قسم ہے ضمیر اضافت اور
دو قسم ہے متغسل از مضافات استہامین اپنے ناقبل کا مضافات الیہ ہوتا ہے مثلاً
دستش متغسل از مضافات اسما ل میں اسکا مضافات اسکے مابعد کا کلا لفظ ہو
ہے۔ مثلاً ع بناچار خوش بود میان۔ ضمیر مفعول مثلاً شاہ اسپیش بخشید
چین ممد جو صیغہ امر کے بعد آتا ہے مثلاً گفارشش طش طش۔ پہلے
مخصوص بعدی میں الا ق و ممد قلیل الاستعمال ہیں مثلاً طلبیند و رقصیند
مگر یہ بھی اکثر تا و سینج ہوتے ہوئے چھٹے میں متغیر و مشت کونین
یہ کاف پارسی اور ثقاف بدلتا ہے مثلاً گولہ و ایاق۔ اور کبھی آخر میں زاید
ہوتا ہے۔ مثلاً گیناغ فلیہ صیغات مضارع و حال و امر و ماضی میں ت تازی
سے بدلتی ہے مثلاً باہر و غیرہ میں اور کبھی دو سے غلار و کبھی ت پارسی سے

بہی بدلتی ہے مثلاً پیل - کاف یہ مخصوص بعربی ہے اگر کہیں مستقل ہے
تو اسکا اصل معجز یا کاف پارس ہوگا - کاف تازی کیہ نواقسام پر ہے
جن میں سے چہ اقسام اول کلمات میں جبکہ ابتداء میں کسکو واقع ہو آفرین
اسمالت میں اسکے آخر نامے مخفی زیادہ کرتے ہیں - بیان مثلاً زید کہ عمر و زید
بہا و رست - علت مثلاً عمر و زید کہ مفید بود - استفہام یعنی کہ امیہ مثلاً از
وزید کہ بہا و رست - استفہام نفی مثلاً ای پدر کو تاہ خرد مند بہ کہ نادان بلند
مبالغہ و اسطر صفت یا ہجو کے آتا ہے اور سننے بلکہ کے پیدا کرتا ہے مثلاً - مثلاً
مثلاً ع اگر مرغ کہا بست کہ ما بال و پر آید - اسکے بعد جب است آتا ہے تو سبق
نامی مخفی التکاتی سے بدکر کیفیت پڑا جاتا ہے - اور ایسا ہے جبکہ آخر لفظ
آوے تو نامی مخفی حذف کیجاتی ہے - اور آخر میں جب آوے تو تین قسم ہے تغیر
مثلاً دخترک - ترثم مثلاً سپرک - زاید یہ اوس کلمہ کے بعد آتا ہے جسکے خبر و
مثلاً زوک لام - یہ خصوصاً رملہ سے بدلتا - پیچم یہ جب دل امر کے آوے
تو مٹنے ہنی کے دیتی ہے - اور جب خواہ اسم دہنی آوے تو پنج قسم پر ہوگی - ضمیر مطلق
جو صیغہات منکلم از منہ لہانہ کے بعد آتی ہے - اضافت بمعنی من یہ اپنے ماقبل کے
مضاف الیہ ہوتی ہے مثلاً دستم بگیر - منفعل از مضاف اسوقت یہ اپنے ماقبل کے
اگلے لفظ کے مضاف الیہ ہوتی ہے مثلاً مع خط عفوم بران حرف خطا کش - منفعل
یعنی مراجعہ یا برکاء خیرم بدآ - یقین تعداد یا فاعلیت یہ بعد اسما و احوال کے آتی ہے
اور ماقبل کو مفہوم کرتی ہے مثلاً یکم - اثبات فعل یہ اسم کے بعد مجھے مستم آتی ہے
مثلاً بیارم - نون مجرہ جب دل الفاظ میں مفتوحہ آوے تو معنی نفی کے پیدا
کرتا ہے اور لڑے مخفی - یا ای یا افع او اسکے آخر زیادہ کرتے ہیں اور جب آ
او اسکے آخر کا کہیں تو سبق نامے مخفی آتا ہے جو جی سے بدکر نیست بکسرت

پڑھتے ہیں کیونکہ نئی کام قابل کسو ہوتا ہے۔ جب یہ ابتدا میں نئی کے واسطے
 واقع ہو تو تین قسم پر ہوگا متصل مثلاً نکرہ۔ متغصل مثلاً نہ گردن کشتا زراۃ یعنی
 اثبات مثلاً اسے بیجا تر بار بار منع نکرہ کر این کار کن۔ اور جب خرافا ظالمین کو
 تو دو قسم ہوگا اول غنہ جو بعد حروف علت کے آتا ہے چمکن کلہ کے درمیان یہ فقط
 الف کے بعد آتا ہے مثلاً چنان و چون و چنین نشانہ۔ متصدر یہ وہ پہلے یات
 منشاء فوقانہ مفتوحہ کہ آتا ہے مثلاً آمدن و رفتن۔ واور۔ یہ باو تازی سے
 بدلتی ہے مثلاً بنشت۔ اور یہ سات قسم ہے معروف مثلاً مشہور محمول مثلاً
 محوش قدر کا اکثر اسکو معروض پڑھتے ہیں۔ غطف یہ دو اسم یاد و فعل میں واقع
 ہوتی ہے مثلاً کتاب و کاغذ اور رفت و گشت۔ متداول یہ بعد تا و آل و جمیم
 پارسی کے آتی ہے مثلاً تو و دو و چو۔ تصیخ جو آخر اسم میں پہنچنے جزویت آتی
 ہے مثلاً ع بر من نظرے مینکندے پسرو۔ احتشام ضہ یہ الف کے اول قبا
 کے بعد آتی ہے مثلاً خواہد۔ زاید مثلاً ع دیا بارہ رستم جنگ جو۔ مامی ہوا
 یہ دو قسم ہے اول ملفوظی جیسے شاہ مین و دوم مخفی جیسے نامہ مین۔ اور یہ
 چھ قسم ہے۔ لیاقت مثلاً شانہ نسبت جیسے شاہنامہ۔ اشمیت یہ آخر
 اسماء میں بے معنی آتی ہے اور جزو کی ہوتی ہو مثلاً فیعلیت یہ آخر افعال میں بے
 معنی آتی ہے اور جزو کلمہ کی ہوتی ہے جیسے خذہ۔ معقول جو آخر ماضی مطلق
 کے آتی ہے جیسے آمدہ۔ فاعلیت مثلاً گویندہ۔ جب یہ ذی روح اسما
 اگر آوے تو اسکے آف و تون سے جم کر نیکے وقت یہ گ فارسی سے بدل
 جاتی ہے مثلاً بندگان مین۔ اور غیر ذی روح کی آخر سے اسکے تا و الف
 حج کرنے کو وقت ساقط ہو جاتی ہے۔ مثلاً جامہا اور اگر الف ت سے جم
 کر نیکے کو حج تازی سے بدل جاوے گی مثلاً امجات کہہ یہ تہیں کلام کیو

ہی آتی ہے جیسے غلبند اخترت عالم افروختہ لاجسکو لام والفت
 پڑھا جاتا ہے عربی میں یہ وسطیٰ نفی کے آتا ہے مثلاً لا تقر بسمہ عہد
 میں اسکی کوئی صورت مقرر نہیں پارس میں یہ ہمیشہ علیہ لکھا جاتا ہے اور جر
 طہ کے آخر کا سہ مخفی ہو اور سپریم بحالت اضافت واقع ہوتا ہے اور اسکے متر
 قسم ہیں بیانی مثلاً خذہ معشوق موصوفی مثلاً جامہ زرین تیشی مثلاً جامہ رضا
 اور کبھی کبھی ساتھ تغیر یا کمی وحدت یا ثبات۔ یا کمی مفرکے لگتا ہے مثلاً
 بد رخت نیست اور دیوار اور بندہ کہ در بندگی مقبولست۔ اور جن الفاظ کے آخر
 ہی معروف ہو اسطرح جیسا کہ بیان ہوا تغیر اضافت آتا ہے یا کمی مثلاً
 تختا پند۔ اسکے انیس اقسام ہیں۔ معروف مثلاً لیر مجھل مثلاً پیش و مدت
 مثلاً میرے۔ نسبت مثلاً ملان پارسیت۔ مقدار یہ اکثر اسم فاعل ترکیبی
 کے بعد آتی ہے مثلاً دجوی۔ خطاب مثلاً آمدی تنگہ مثلاً کسی۔ فاعلیت مثلاً
 جیتی مفر یہ بمعنی آن آتی ہے اور ہمیشہ اسکے بعد کاف تغیر آتا ہے مثلاً
 ستایش مرد اوریر کہ تعریفش محاسن۔ تعظیم مثلاً ملان مردیت۔ لیاقت یہ
 مصدر کے آتی ہے مثلاً این کار کردنی است۔ معظم مثلاً مشفق و مکر می
 یہ بعد ماضی مطلق کے آتی ہے اور مجہول پڑھ ہی جاتی ہے مثلاً کوفہ سے زاید
 مثلاً غدا ید است مسلم بزرگی والفاظ۔ فاعلیت یہ جس اسم کے آخر
 کا سہ مخفی ہو اسکے بعد آتی ہے اور ماضی مخفی تک پارسیت سے بدل جاتی ہے
 مثلاً بندہ و بندگی وغیرہ اور منفیت کو بولتا ہے مثلاً رستی مستلک مع الغیر یہ میم
 مستلک کے پہلے واقع ہوتی ہے مثلاً کرویم امانت یہ جن الفاظ کے آخر الف یا ط
 ساکن ہو انکے بعد آتی ہے مثلاً دفائے سو و کوئے یا ندرا مثلاً الہی۔
 بحث حروف مرکبہ یا یہ یعنی متساواتا ہے مثلاً مرد ہار فیت نا

یہ پنج معنوں کے واسطے آتا ہے انہما پہ الزاع تائیا۔ انہما ایہ مشلا مع تا عشق تو دوسرے
 مکان گرفت۔ ز تہا یہ یعنی آگاہی مشلا مع صاحب غرض تا سخن نشوی ملکیت
 مشلا مع بیا تا درین شیوہ چاش کنیم۔ دہائیہ مشلا مع بہرہ و کار تا کہ ترا مثل ماہ
 خایہ غایدتج امر ہے۔ راہ پنج قسم پر ہے۔ تجھے مفعول جبکہ بعد اسم یا ضمیر
 متکلم کے واقع ہو مثلاً فلان را مرا۔ تجھے علت جبکہ ملکہ کر یا چہ کے بعد واقع ہو مثلاً کر انا
 چرا تجھے برائے مثلاً سے زید خدا را بخش استمال بتغیر اضافت مثلاً آنرا دے در
 بود۔ یعنی روخوان۔ تجھے استعلاء مگر شاذ ہے مشلا مع میکند بر پا قیامت ہر مرد کا پا
 یعنی بر من۔ ترا یہ امر ہے زایدتج۔ لیکن جب اسم کے بعد واقع ہوتا ہے تو مفعول کے
 معنی پیدا کرتا ہے۔ مثلاً مندوستان را سپین محبوب چین ہے۔ ششین مخم
 نشین ہے صا و نام سورۃ ضا و مع فیدع یسہ معانی چشمہ و انگہ و گہنا و
 انگور و اشرفی و آفتاب و مال ظاہر سے و نماہ بان و باسوس و پسندیدہ و شقص
 و نقش متصل ہے قاترون یا ہے قاف ایک پہاڑ ہے جبکا طول مشرق سے
 مغرب تک ہے کاف کا فتن کا امر ہے فون مخفف کنون کا علامت جمع یا
 تردید کے واسطے ہے

چوتھا مغل

اس میں اضافت کی تقسیم اور قاعدہ مجہول بہ قلب کا بیان ہے
 قاعدہ مجہول بہ قلب۔ جبکہ مضاف الیہ صفت اور مضاف موصوف ہو
 اور مضاف الیہ مضاف پر مقدم ہو تو اضافت دو نوپہ نہیں پڑ ہی جاوے گی مثلاً عالم
 بناہ۔ اضافت چار قسم ہے۔ بیانی یعنی مضاف الیہ مضاف کا بیان ہو
 اور ہمسات قسم ہے مثلاً سپر من مثلاً مع غیر مثلاً سلام ما غیاظ مثلاً
 ہر تو۔ مثلاً را البیہ مثلاً چہ را و استہام یعنی مضاف الیہ کوئی اسم یا فعل

سوال آوے چسپ وقت خوردن است - تحقیقی مثلاً درخت انار - ورتیان
 قانونِ اضافت یعنی اول لفظ کو دوسرے کی طرف نسبت کرنے سے مخاطب کو
 حاکمہ تام حاصل ہو مثلاً اسپ زید - جب مضاف الیہ یا مضافت یا مشبہہ کے بعد
 مضاف یا موصوف یا مشبہہ کو آوے تو ہر دو موقوف پڑے جاتے ہیں - اگر
 مضاف بہت ہوں تو اضافت فقط اخیر مضاف پر کافی ہے اگر مضاف و مضاف
 الیہ میں کوئی حقیقی ملاہت ہو تو او سکوا اضافت حقیقی کہتے ہیں مثلاً خانہ زید آوے
 اگر صرف اعتباری ملاہت ہو تو او سکوا اضافت مجازی کہتے ہیں مثلاً سر ہوش
 اگر مضاف کے آخر میں تعلق ہو تو او سپر ہنزہ کہتے ہیں تو صیغی یہی سات قسم
 ہے - جو مثلاً سخن درشت - نفی یعنی مضاف الیہ اسم فاعل منفی ہے یا قاسم ہو
 مثلاً مردم بے ہزار و صاحب نادان - بیان مال یعنی مضاف مرکب ہو موصوف
 و صفت سے اور صفت مقدم ہو موصوف پر مثلاً یار شیرین گفتار - ترکیبی یعنی
 مضاف الیہ اسم فاعل ترکیبی ہو - خواہ وہ مرکب اسم و اسم ہو یا اسم اور ادون
 کا اس کے جسے معنی فاعلیت حاصل ہوتے ہیں اور وہ مند و نہر - گر کہیں ناگ
 گلار میں مثلاً معشوق و بوجہ سپر سعادت مند و غیرہ تشبیہی یعنی اسم فاعل ترکیبی
 تشبیہی واقع ہو مثلاً یار گلدار - نفی ترکیبی یعنی مضاف الیہ اسم فاعل مرکب
 کلمہ تا واقع ہو مثلاً پھر ناسلاوت مند - موصوفی مضافان یعنی موصوف یا مضاف
 کے بعد دو یا کئی صفتیں ہوں اس میں پہلی ہی صفت پر کسر کافی ہوتی ہے مثلاً صاحب
 مشفق مہربان والا ماہ ^{تشبیہی} یعنی مشبہہ کے بعد مشبہہ واقع ہو اور مشبہہ
 پر کسر پڑے ہی ہا وے مثلاً بحر علم ^{تشبیہی} استعارہ یعنی مستعار الیہ کے ساتھ استعارہ کو
 او مستعار الیہ پر کسر پڑے ہی ہا وے اور اسی کسر کو اضافت استعارہ کہتے ہیں مثلاً
 کنار مجھان -

۱۵ پانچویں فصل

اس میں امالہ و ترخیم اور اسماء و غیرہ کے قواعد متفرق کا بیان ہے
امالہ حروف علت کے تبدیل کو کہتے ہیں۔ ترخیم کسی حرف کا گرانا اول یا آخر
کلمہ سے ضرورت شعری یا قافیہ کی واسطہ۔ مثلاً شعر تقدیرت نگہدار ہالاوشیب
خداوند دیوان روز حبیب۔ شیب میں ترخیم اور حبیب میں امالہ ہے کہ اصل
میں نشیب اور صاب تھا۔ قواعد متفرق۔ کل اسم پارسہ میں آٹھ ہیں اسم
خواتین کا جسم نہ ہو۔ مثلاً خشم۔ اسم صفت یعنی جسم سے روح مثلاً حیوان و دروہ
وغیرہ اسم اعداد مثلاً ایک سے ہزار تک اور دن رات و ماہ و سال اسم
جمع یعنی وہ اسم کہ و اعداد و جمع ہو و نوکھا حکم رکھتے ہیں مثلاً قوم و مجمع و عالم۔
اسم جنس یعنی وہ اسم کہ قلیل و کثیر پر اسکا اطلاق ہو سکے اور متحرک ہا لا را وہ نہ ہو
مثلاً قلم و کاغذ اسم ظرف یعنی برتنوں کے نام اور مجازاً یعنی حوصلہ ہی آتا ہے اور
بہرہ چہ قسم ہے۔ اور کلمہ خود ان کے سے مثلاً قلدان۔ یا گدہ مثلاً میکہ یاستان مثلاً
کشتا۔ یا زار مثلاً گلزار یا گاہ مثلاً خواب گاہ یا خانہ فیاض اسم مصدریم و قسم
اصلی مثلاً آمدن۔ ترکیبی۔ یہ ماضی اور لفظ آریا آٹھ اور شش سے مرکب ہوتا ہے مثلاً
گفتار اور آتش اور قسم دوم کو حاصل بالمصدر کہتے ہیں اسم فاعل چہ ہی و قسم
ہے اصلی یہ مشتق مصدر سے ہوتا ہے مثلاً کندہ۔ ترکیبی یہ اسم و امر یا اسم و کار
یا اسم و گریہ اسم و مندی اسم اور دیا اسم و گین یا اسم و ناک یا اسم و بان سے مرکب
ہوتا ہے مثلاً دستگیر و خدمتکار و شکر و دولت مند و تاجور و خوشامین و خوشمناس
و قیل بان لفظ ذکر کے و او کہی ساکن ہی پڑھتے ہیں مثلاً فرد و ایجاز یعنی مذکر
مردانہ و کلمہ کا ضرورت شعری یا فصاحت کے واسطے مثلاً ماہ کا مہ

گلزار و دوسرا میں و کل میں

کلام خواہ نظم ہو یا شعر۔ جس ذاتی ہوگی یا جس صفاتی۔ جس ذاتی وہ جو امداد
 نہیں۔ نہ تعلق رکھے اور جس صفاتی وہ کہ علم سے تعلق رکھے

پہلا فصل
 اس میں منالغ لفظی کا بیان ہے۔ صنایع لفظی یہ سوار اقسام پر ہیں تجنیس تمام
 یعنی ایک فقرہ یا شعر میں دو لفظ جو کہ عدد و کتابت اور پڑنے میں متفق اور معنی میں
 مختلف ہوں اور یہ دو قسم ہے۔ متفصل مثلاً شعر اگر کہیں سو برتر برم فخر
 تجلے یوز ویرم۔ متشمل مثلاً ع۔ مارا بر کنار جوے جوئی تجنیس ناقص یعنی
 وہ دو لفظ جو کہ کتابت میں متفق اور تلفظ اور معنی میں مختلف ہوں مثلاً محبت و
 او یہ بھی ہر دو اقسام متشمل اور متفصل میں آتا ہے تجنیس مرکب یعنی دو
 الفاظ جو کہ میں ہر ایک مرکب اور ایک مفرد ہو اور کتابت و تلفظ میں متفق ہوں
 اور معنی میں مختلف مثلاً بازو و بازو آہ تجنیس زائد مثلاً حال اور محال میں
 تجنیس مکرر یا مزدوج یعنی دو لفظ متجانس ہیں کہ میں ایک یا دو حرف
 میں زائد ہوں مثلاً گلزار اور زار تجنیس مطرف یعنی حروف اخیر متجانس
 مختلف ہوں مثلاً بار اور باد تجنیس خطی مثلاً تاخت اور با شر صبح یعنی
 کسی فقرہ یا شعر میں چند لفظ ایسے ہوں کہ ہوزن اور متفق الروے ہوں مثلاً
 کم سجت کینست و بد بخت چسیت شعر ز شعرم فامہ را شکر زبان کن۔ ز عظم
 را غبر نشان کن۔ شمع یہ تین قسم پر ہے۔ متوازن می یعنی دو یا زیادہ لفظ
 نظم یا شعر میں ایسے ہوں کہ وزن اور تعداد حروف اور روک میں متفق ہوں مثلاً
 گویا باختر واسپ تاخت۔ مطرف یعنی آخر فقرات میں دو حرف متفق الروے
 دے گا وہیں مثلاً زید را کرم بسیارست و نہر بشمار متوازن یعنی کل شعر یا فقرہ
 متفق الوزن اور اعداد و حروف میں مساوی اور مختلف الروے ہو۔ یہ صنعت اشعار

میں اکثر کرتی ہے اور اس شعر کو موازنہ کہتے ہیں مثلاً شعر غما ہے کہ رخصت اور الفرت
 بود دلیل اشا ہیکہ تیغ اور دولت بود فسان - مقلوب یہ سب عمدہ ہے
 اور یہ چار قسم ہے - مقلوب بعض مثل نگاہ و گناہ - مقلوب کل مثل گنہ اور جنگ
 مقلوب محج یہ بھی مثل مقلوب کل ہے الا فرق یہ ہے کہ ایک لفظ ایک مصرع میں
 آتا ہے اور دوسرا مصرع دوم میں مثلاً شعر رام گرد و گلزار من با من بد بود ہمیش
 اگر آن مار - مقلوب مستوی یعنی سید پڑھنے اور اولیٰ طرف کے پڑھنے سے
 کچھ فرق نہ آئے مثلاً مراد سے دارم و برابر یا رب اشتقاق یعنی دو زیادہ
 الفاظ ایک مصدر عربی یا پارسی نظم یا شعر میں آویں مثلاً غ کہ غفلت او جو
 بنید ترسد از ان ترسم - رد العجز علی الصد - تنبیہ اصطلاح شعر میں مصرع
 اول کے پہلے لفظ کو صدر اور اخیر کو عرض اور مصرع دوم کے پہلے لفظ کو مطلع اور اخیر
 کو ضرب یا عجز اور ہر دو کے متوسط الفاظ کو خوشو کہتے ہیں - اور اسکے کئی قسم ہیں جنہیں
 سے چند ذکر کئے جاتے ہیں ان میں سوا ایک رد العجز علی الصد ہے یعنی جو لفظ کہ مندرجہ
 میں ہو وہی یعنی بحر میں مذکور ہو مثلاً شعر محیط است علم ملک بر بسیط - قیاس تو
 بروئے نگر و محیط - دوم جو لفظ کہ عروض میں ہو وہی ابتدائیں مذکور ہو مثلاً شعر
 گندار مار از راو خطا خطا در گذار و صوابم نماخ سوم جو لفظ کہ پہلے ضم میں ہو
 مذکور ہو مثلاً شعر کیا بدہ داد من از فلک تو چو مرد آتر اہرچہ بایست داد -
 سیاقۃ الاعداد مرتب یعنی ایک سے دس تک یا کم اسے یا اس کے
 برعکس آستانہ اعداد یا ترتیب نظم یا شعر میں آویں - مثلاً شعر گجاہ کہ دو کو
 دس روح و ہمار طبع و چرخ ص و شش ارکان تلخ اند اور اعلیٰ اور بحر باز بہت
 بہشت بہشت و بہشت انحراف از شش جہت این نامہ نوشت - اور اگر مقدم و
 بیان کئے جاویں تو غیر مرتب ہوگی و وقتاً فیتین یعنی نظم کے ہر ایک آخر

مصرع میں الگ الگ ایک دوسرے کے بعد دو قافیہ آویں مثلاً قصیدہ اسے از کلام
توشدہ در جہان خبر و افکنده از سیاست تو آسمان سپر۔ **آنج** معروف یعنی شعر
میں سوا دو لفظ قافیہ کے باقی کل ردیف ہوں مثلاً شعر میں در غم بچہ دل بدید اتو
خوش و - تن و غم **آنج** **توشج** یعنی نظم میں ہر ایک مصرع یا بیت کے
اول ایسے حروف لائے جاویں کہ اگر کل کو جمع کیا جاوے تو اسے نام مصرع کا کھلو
ان ابیات کو **موشج** کہتے ہیں۔

دوسرا اکل

اس میں صنایع معنوی کا بیان ہے صنایع معنوی یہ ۶ اقسام ہیں۔ **لف** و **نثر**
اسکے تین قسم ہیں۔ مرتب مثلاً عمر بنی شہر و خجرید را برید و درید۔ معکوس الترتیب مثلاً
دہن و زلف و قد مستوح من الف و لام و میم است۔ غیر مرتب مثلاً شعر افروختن
سوفتن و جامہ درید۔ پروانہ زمین شمع زمین گل زمین آموخت۔ متضاد مثلاً
سخ پناہ بلندی و پستی توئی۔ اعتنائات یا لزوم بالایلیم یعنی آرایش کلام کے
واسطہ کسی حرف کا التزام کرنا مثلاً دم اور قدم کا اس شعر میں۔ قدم بایں اند
طریقت نہ دم۔ کہ اصلی نذر دم ہے قدم قصص المزوج یعنی نظم یا نثر میں
قوافی کے بعد دو یا زیادہ الفاظ فروح آویں مثلاً طمان عادت گزیدہ و سیرت
پندیدہ۔ **حسن المطلع** یعنی اول بیت قبیحہ بین الفاظ لطیف اور نیک
شگون لاوے جاویں۔ **حسن التخاصص** یعنی شاعر ابتدا قصیدہ کے اوپر
پر شروع کرے کہ آخر میں مدح مہر کی شروع کرے اور نشست الفاظ اور نکات
یعنی میں کچھ خلل نہ آوے مثلاً شعر گر گلستان بباہ خزان ز روشد روا۔ بایک
سرخ باشند روئے خدا یگان۔ **حسن المقطع** یعنی دو بیت اخیر قصیدہ مثل حسن
المطلع کے ہوں۔ **حسن المطلب** یعنی شاعر مدوح کوئی شئی کسی اچھی طرز

طلب کرے اتحادات المطمیر یعنی شاعر کسی ایک لفظ کے رعایت کے
لئے اس کے لوازمات بھی اوس شعر میں لاو۔ موجہ یعنی شاعر مدوح کے ایقت
بداد و سکی کسی نیک صفت کے تشبیہ و تکریر بیان کرے مثلاً شعر آن کنہ تیغ تو بھان
مدود کہ کند جو تو بکان گہر و محتمل الضدین یا ذوجتین یعنی مفہوم شعر مدح
و ذم ہر دو کو شامل ہو مثلاً شعر انخواجہ منیا شود دروے تو ظلم با طلعت تو پیش
نماید ماتم تاکید المدح بالمشبہ الذم یعنی سیاق مصرع اول سے متعلق
ہو کہ دوسرے میں مذمت ہے لیکن اوس میں تاکید مدح ہو مثلاً شعر جہے بغیر تو فنا
دوستان ایکن۔ بد بے نظیر سے تو دشمنان گنہ اقرار۔ ایہام یعنی نظم یا
نثر میں ایک لفظ دو معنی قریب اور بعید والا اوسے اور اوس جگہ بعید اور اوس
مثلاً شعر ہم ابن ہفتہ شد از شہر و چشم سالیت تو حال سحران تو چہ دانے کہ چہ
مشکل حالت۔ تنسیق الصفات یعنی نظم یا نثر میں ایک شی کو
صفتوں سے بیان ہو مثلاً۔ فلان راست گفتار پسندیدہ اطوار آنمست اور
شعر جہاں گیکر شاہے عہد و بند شیر سے تو صفت آراؤ گردے سپہ کش سو کھر
اعراض الکلام یعنی مبتدا و خبر میں جہاں معتبرہ داخل کرنا اسکے متن قسم
میں۔ خوشقیح یعنی ایک مصرع یا فقرہ میں دو لفظ و ادوات بے ضرورت آگے جاویں
مثلاً مع در زیرینت تو تہافت و مستتر خوشی سے طبعی لانا اوسکا آچھا ہو
نہ جہاں مثلاً مع زہر و تیواید لرزائے سیہین تن۔ خوشی طبع یعنی اوسکے لکھنے سے
کلام اور معنی کی زیادہ ہو مثلاً شعر خیالات تیغت کہ بر تہ بادا و منازل در
ارواح اعداد اگر فتنہ و متلون یعنی ایک بیت کئی در نو نہر پڑا جاوے۔
اس سے بہت سنگین دل و سپین لقا۔ اسکے دو وزن یعنی ناچھا تن فاعلین اور
مفتاحین فاعلین۔ ارسال המשمل یعنی شعر میں کوئی مثل لائی جاوے

شہر بند ہوئے نفس مہاش خوسگ شعر استخوان شکار کند ارسال المیلید۔
 یعنی شعر میں درشاہین لائی ماوین۔ مثلاً شعر کو چہ قدر دوا داند میان بحر
 کو ہر چہ قدر دوا داند منہر کان۔ **تجاہل عارف** یعنی شاعر دیدہ و دانستہ نادانی
 ظاہر کرے مثلاً زمین بہت این ندانم یا سپہرست۔ **سوال جواب**
 یعنی ایک مصرع یا بیت یا دو بیتوں میں سوال و جواب ہو مثلاً شعر گفتم کہ مرا جوئے
 اسے ماہ مہربان کہ گفتم کہ ماہ بوسہ کہ اور جواب نہ دہو مسطہ یعنی قیصدہ یا غزل کہ
 ہر ایک شعر میں تین مہر اور چہارم قافیہ اصل قیصدہ کا ہو مثلاً شعر پر عمل غلط
 زبقتش بر گل دواندہ فندقش و وز غیر افشان زور قش بر خاک ورتا و مقطع
 یعنی شعر کا ہر ایک حرف علیحدہ علیحدہ ہو مثلاً زار زور دم زروے کن لالہ و درود
 زرد و در و زار۔ **مٹھا** یعنی وہ کلام موزون جسکی ولادت اور اشارات حرفی اور
 لفظی سے کوئی چیز غیر مذکورہ مفہوم ہو مثلاً شعر بہ تقلیب بتروین و بہ تجنیس
 زروٹے خواہم ضد تیرتی۔ اس سے بوسہ مفہوم ہوگا **غیر یا جیتان** یہ بھی
 ایک قسم کا ہے **تضمین** یعنی شاعر کسی غیر کے مصرع یا شعر کو اپنے اشعار
 میں داخل کرے۔ اگر وہ مشہور ہو تو اشارہ کرنا اور نہ کرنا دونوں جائزہ ہیں اور اگر
 غیر مشہور ہو اور پھر شاعر اشارہ نہ کرے تو اسکا نام **سفر ہے** **اغراق** یعنی
 خواہش کہ فی کسی شے کی جو عقلاً ممکن اور عادتاً محال ہو۔ اور یہ قسم ہالغہ کا
 ہے مثلاً شعر مارا لکھام خویش بدید و دلش خستہ و دشمن کہر بیچگاہ سدا و لکھام ماہ
جمع و تفریق و تقسیم اسکے چہ اقسام ہیں **جمع** یعنی چند اشیاء کو ایک
 میں جمع کرنا مثلاً شعر آسمان پر تو عاشق بہت چو ماہ و لاجرم سچو ماہ بہت
تفریق یعنی ایک نوع کی دو چیزوں میں فرق کرنا مثلاً شعر دست تریا با برکہ یار و شہین
 کاین بدرہ بدرہ میدہد قطرہ قطرہ آن **تقسیم** یعنی اول کئی اشیاء یا ایک شے کی

اجزا و بسا کر سچہ ہر ایک جزو کو اوس شے سے نسبت کرنی جمع بالتقریب
 یعنی اول چند اشیا کو ایک حکم میں جمع کر کے پھر اویں فرق کرنا مثلاً شعر جاتے
 خصمت چو جاکست رفیع و آن تو تخت و آن خصمت از تو جمع بالتقسیم یعنی اول
 چند اشیا کو ایک حکم میں جمع کر کے پھر ہر ایک کو کسی شے سے نسبت کرنی مثلاً
 شعر ہے تو چو شمع کردہ ام خندہ و گریہ کار خود و خندہ بر و ز دل گم و گریہ بر و ز کار خود
 جمع بالتفریق و تقسیم مثلاً قطعہ چو چشم تو نگہست لبش و این باب آن بلوئی
 آب این تیرہ آب آن روشن و آن گریہ آن گہ گفتار۔ تقسیم یعنی کسی
 بیت یا مصرع میں چند الفاظ مبہم بیان کر کے دوسرے بیت یا مصرع میں انکی
 تقسیم کرنی مثلاً قطعہ یا رہ بند و یا کشاید یا ستاندا و ہد۔ تاجہان باقی بود
 شاہ را این یا و کار و آئندہ بتا ندولایت آئندہ بدہ خواستہ و آئندہ بندہ پائی دشمن آئندہ
 کشاید حصا استدراک یا مدح یا تشبیہ الذم یعنی سیاق مصرع اول
 بوجہ ہدال ہو اور دوسرے میں مدح ہو مثلاً شعر از میر نوح اہم کہ باند جہان و
 میر نوح اہم کہ باند جہان۔ کلام جامع یعنی اشعار میں حکمت و نصیحت و شکایت
 زمانہ سب کچھ ہو۔ ابداع یعنی شعر میں غریب الفاظ نئے نئے دالے آجہا و
 تعجب یعنی شعر میں تعجب کی باتیں ہوں حسن التعلیل یعنی شعر میں کسی شے
 کی صفت کا سبب بیان ہو مثلاً شعر ز بھر آنک میگرید ابرے سبے و زمین بخند
 برابر لار و گلزار۔ تشبیب یا غزل یعنی وہ اشعار جن میں کہ معشوق کی صفات
 اور اپنے عشق کا حل بیان ہو۔ ترجمیع یعنی شاعر دو یا تین اشعار اپنے
 بعد اوسے قافیہ اور وزن پر مثلاً کسی ور کا شعر لاوی عکس یعنی ایک مصرع
 کہنا کہ اگر اوسکی ترتیب بدلیجاوی تو اوسکا دوسرا مصرع بنجاوے مثلاً شعر
 فوق جہان ندارد وید دست زندگانی و بید دست زندگانی و فوق جہان ندارد

۲۲ گلزارِ میسرِ اسپین و توکل میں پہلا گل

اسپین شعر اور اوسکے ابتداء میں بنتے اور نظم کے اقسام کا بیان ہے
شعر لغت میں اسکے معنی جانا ہے اور اصطلاح میں کلام موزون و تقف یا معنی کو کہتے ہیں۔
اولیٰ نامی اول شعر ہرام کو فرمایا۔ اور پہلا مداح رودکی ہے شعر نو قسم ہے فقیدہ
اسکے پہلے بیت کے ہر دو مصرع میں قافیہ ہوتا ہے اور سپہ ۲۵ اشعار سے کم اور ایک
سواشر سے زیادہ نہیں ہوتا غزل اسکے ہی پہلے بیت کے ہر دو مصرع میں قافیہ
ہوتا ہے اور سپہ شمسے کم ہر دو زیادہ نہیں ہوتے اسپین ذکر عشق و کہا وغیرہ کا ہوتا
ہے فقط۔ اسپین ہر بیت کے اخیر مصرع پر قافیہ کا لحاظ ہوتا ہے یہ دو سے کم ایک
سواشر سے زیادہ نہیں ہوتا مثنوی اسپین ہر شعر کا ہر ایک مصرع مقفہ ہوتا ہے
اور اسکی تعداد مقرر نہیں اور یہ ہر بحر متقارب مثنیٰ رمل مسدس ہزج مسدس سپہ
مسدس سے آتی ہے۔ رباعی اسکے فقط دو بیت ہوتے ہیں اور بحر ہزج سے آتی
ہے۔ مریع۔ وہ ہے کہ شاعر پہلے ایک بند چار مصرع کا متحد القافیہ جو مختلف اللفظ
والمعنی ہو کہے اور پھر آخر بند میں قافیہ پہلے بند کا لاوے مجملش وہ کہ شاعر ایک
بندہ مصرع کا مانند مریع کی کہے مسدس یعنی پہلے ایک بند چار مصرع کا متفق الوزن
والقافیہ کہا جائے اور پھر ایک شعر کسی اور وزن اور قافیہ پر اوسکے بعد آوے
قرع یعنی پہلے سات بیت بطور مثنوی کے کہے جاویں اور پھر اوسکے بعد
ایک شعر مختلف الوزن والقافیہ آوے شاعر اصطلاح میں کہے جاتے ہیں جو ایسی کلام
ارادہ کہے اور علم عروض ہی جانتا ہو۔

دوسرا گل

اسپین علم عروض کا بیان ہے۔ واقع اسکا خلیل بن احمد ہے۔ شعر کے وزن
کرنیکو

تقطیع کہتے ہیں۔ شعر کو موزون لینے وزن کیا گیا اور علم عروض کو میزان کہتے ہیں۔
 ملفوظ غیر مکتوبہ وہ الفاظ ہیں کہ بغیر لکے کے پڑھے جاویں اور وہ الف
 مدودہ حروف مشدود آوا اور تیا جو اشباع نمبر اور کسر سے پیدا ہونے لگتے ہیں۔
 ملفوظ مکتوبہ وہ الفاظ ہیں کہ پڑھنے اور تقطیع میں نہ آویں اور وہ مفصلہ ذیل میں
 واو اشباع نمبر الف وصل لینے وہ جو دو کلموں میں نے تلفظ آوے۔ واو بیان نمبر ی
 مختفی بغیر ہمزہ کے جبکہ درمیان مصرع کے واقع ہو اور گاہے اخیر میں ہی۔ تو ان غنہ
 جبکہ درمیان مصرع کے ہو۔ یا مختفی بے ہمزہ جب تقطیع میں داخل ہو تو الف
 لکی جاویگی۔ جب دو ساکن درمیان مصرع کے جمع ہوں تو تقطیع میں دوم متحرک
 محسوب ہوگا۔ جب تین ساکن جمع ہوں تو دوم متحرک اور سوم ساقط ہوگا اور
 بوقت جمع ہونے آخر مصرع کے سقوط سوم ہی کافی ہے۔ فقطیع لینے برابر کہ نسبت
 کے اجزاء کا افاعیل کی جزدوج اسطرح کہ متحرک کے مقابل متحرک اور ساکن کے مقابل
 ساکن ہو۔ اسمین لفظ ضمہ و کسر کا نہیں ہوتا۔ ارکان کو افاعیل اور تغاعیل اور
 اصول ہی کہتے ہیں۔ اصطلاح میں رکن اول مصرع اول کو صدر اور آخر کو عروج
 اور رکن اول ثانی کو ابتداء اور آخر کو ضرب اور ہر دو کے باہر کو حشو کہتے ہیں۔
 میزان وہ شعر بجزی ہے جس کو شعر کا وزن کیا جاوے۔ جس ارکان
 میں بحر آتی ہیں کل آٹھ ہیں۔ فَعْلَوْنَ فاعِلن مستفعلن
 مفاعیلن فاعِلاتن مفاعِلتن متفعلن مفعولات
 ہر ایک ایمن سے تین چیزوں سے مرکب ہے و تندیہ دو قسم ہے مجموع یا مقدر
 یعنی وہ کلمہ سطر حریفی کہ دو متحرک کے بعد ساکن آوے مقدر وہ کلمہ سطر
 کہ دو متحرک کے درمیان ساکن آوے سبب یہ بھی دو قسم ہے خفیف وہ
 دو حرفی کہ جبکہ پہلا حرف متحرک اور دوم ساکن ہو۔ ثقیل وہ کلمہ دو حرفی کہ جبکہ

حرف ساکن ہو۔ **فَاعِلَاتِنِ** سبکی ہی دو قسم ہیں متغیرے وہ کلمہ چار حرفی کہ بیتن
 حروف متحرک کے بعد ساکن آوے کہے وہ کلمہ پنج حرفی کہ چار حروف متحرک کے
 بعد ساکن آوے۔ شعروف اوتاوا اور اسباب سے بن سکنا ہے اور فقط فواصل
 نہیں۔ پارس میں اکثرہ افاعیل مستقل ہیں **مفاعیلین فاعلاتن**
مستفعِلین فَعُولُنْ مَفْعُولَات۔ تیسرا رکان کو زحاف کہتے ہیں
 ہر آئندہ رکان کیواسطہ کہے زحاف ہو ہیں لیکن سبجا مستعار رکان کے زحاف کہے
 کہے جاتے ہیں **مفاعیلین** کیواسطہ بارہ اور **فاعلاتن** کے دس اور
مستفعِلین کے دس اور **فَعُولُنْ** کے ستا **مَفْعُولَات** کے نو زحاف ہیں جو جدول
 مفصل ذیل سے بخوبی واضح ہونگے۔

زحافات	مفاعیلین	فاعلاتن	مستفعِلین	فَعُولُنْ	مَفْعُولَات
تسبیح	سبب غف دوم الف زیادہ کرنا۔ مفاعیلان ہوا	سبب غف دوم زیادہ کرنا۔ فاعلاتن ہو اسکی جگہ فاعلیت	.	ایضاً فَعُولَانْ ہوا	.
قبض	حرف ساکن غف اول کا کرنا مفاعیل ہوا۔	.	.	فَعُولُ ربا	.
کف	حرف ساکن غف دوم کا کرنا مفاعیل ہوا۔	ایضاً۔ فاعلاتن ربا	.	.	.
خزم	حرف متحرک اول مفعول کا کرنا فاعیل ہوا اسکی جگہ مفعول ہوا۔
حرب	حرف متحرک اول مفعول کا کرنا فاعیل ہوا۔ اسکی جگہ مفعول آتا ہے۔
شتر	حرف متحرک اول مفعول کا کرنا فاعیل ہوا۔ اسکی جگہ مفعول آتا ہے۔
خوف	حرف متحرک اول مفعول کا کرنا فاعیل ہوا۔ اسکی جگہ مفعول آتا ہے۔	ایضاً۔ فاعلاتن ربا اسکی جگہ فاعل آتا ہے۔	.	ایضاً۔ فَعُولُ دوم ربا اسکی جگہ فعل آتا ہے۔	.

قصه	حرف ساکن سبب ضعف عدم کو کر که دو سبب قوت کو ساکن بر که مفاعیل را	انفعا فاعلا ش را اسکی جگہ فاعلان آتا ہے	انفعا لے قید دوم مفعول را	
تثم	اجتماع قیض و حذف مفعول را اسکی جگہ مفعول آتا ہے			
خب	حروف برو و سبب ضعف کا کار مفعول را اسکی جگہ فعل آتا ہے			
زلزل	اجتماع خرم و قیض و حذف فعل را			
تبر	اجتماع خرم و قیض و حذف اسکی جگہ فعل آتا ہے		و تہ مجہول کا کار آتا ہے اسکی جگہ فعل آتا ہے	
جین	حرف ساکن سبب ضعف اول کا کار یا مفعول آتا ہے	انفعا متفعول اسکی جگہ مفعول آتا ہے	انفعا متوکل را اسکی مفاعیل آتا ہے	
شکل	حرف ساکن سبب ضعف دوم کا کار یا مفعول آتا ہے	حرف ساکن سبب ضعف او کو اندر قرون کا کار آتا ہے متفعول را اسکی جگہ فعل آتا ہے		
قطع	حرف ساکن سبب ضعف مقدون کو کر کہ او کو ما قبل کو ساکن کرنا فعل را اسکی جگہ فعل آتا ہے	حرف ساکن سبب ضعف مقدون کو کر کہ او کو ما قبل کو ساکن کرنا فعل را اسکی جگہ فعل آتا ہے		
تبعیت	حرف متوکل دوم و تہ کا کار یا فاعل یا مفعول جگہ مفعول آتا ہے			
جھ	حرف ساکن سبب ضعف دوم کو کر کہ او کو اسکی جگہ فعل آتا ہے			
ربع	اجتماع خرم و حذف ساکن و تہ مجہول کو کر کہ او کو ما قبل کو ساکن کرنا			
اوالہ	حرف ساکن سبب ضعف اول و تہ مجہول مفعول را اسکی جگہ فعل آتا ہے			
حدو	حرف ساکن سبب ضعف اول و تہ مجہول مفعول را اسکی جگہ فعل آتا ہے			

اور اسکی طرح ہو

محر					بروز و بدیعین اور دو تہ موقوف کا گزرا
لے					حرف ساکن بدیعین دوم کا گزرا مستند بنا اسکی جگہ بدیعین آتا ہے
خلع					بدیعین جزو و قطع متصل رہا اسکی جگہ مفعول آتا ہے
نیل					بدیعین جزو و قطع متصل رہا اسکی جگہ فعل آتا ہے
توفیق					دو تہ جزو کا آخر بدیعین بڑا تا مستند جزو اسکی جگہ مستند جزو آتا ہے
رفع					بدیعین اول کا گزرا مفعول یا اسکی جگہ فعل آتا ہے
وقف					تا مفعول کا ساکن مفعول رہا
م					حرف ساکن تہ موقوف گزرا مفعول یا اسکی جگہ مفعول آتا ہے
سلم					دو تہ موقوف کا گزرا مفعول رہا اسکی جگہ مفعول آتا ہے
جمع					بروز و بدیعین اور دو تہ موقوف کا گزرا فعل یا اسکی جگہ فعل آتا ہے
شم					حرف ساکن اول بدیعین گزرا تا مفعول یا اسکی جگہ فعل آتا ہے
شم					حرف ساکن اول بدیعین اور گزرا تا مفعول یا اسکی جگہ فعل آتا ہے

افانیل مذکورہ اللہ کے تکرار سے اور جو مضارع ذیل عامل ہوتی ہیں طویل صلیب
بسیط - وافر - کاٹا - پیرج - رجبہ - رمل - مشجر - مضارع - مقضب

محدث سیراج - جدید قریب - خیف - مشکا کل - مشد اک
 متقارب زمانات مذکورہ سے ہر ایک رکن کے واسطوں کی فروعات پیدا
 ہیں اور یہ فروعات مجوز مذکورہ میں راہ یاب ہوتی ہیں۔ چنانچہ مقامین کے سوا
 اور مقامات کے چوڑا اور مستغنی کے سوا۔ اور فوگن کے آئہ اور معمولات کے چوڑا
 فروع ہیں۔ جو کہ جدول ذیل سے بخوبی آشکارا ہونگے۔

[illegible]

کامل	مفاعیلن چار و ہشت	بانیض و مرجح	متشاک	فاعیلن ہشت	شیش بار۔ یعنی مثنیٰ و مثنیٰ
ہنج	مفاعیلن -	=	و ششبار یعنی متشاک	مفاعیلن دو بار۔ فاعیلن یکبار	مفسد
رجل	فاعیلن -	=	=	مجدید	ان فاعیلن مستغنی (دو بار۔ مرجح
سمنج	مستغنی (مفعول)	ہر یک سے مثنیٰ	متشاک	فاعیلن یکبار۔ مفاعیلن دو بار۔ مفسد	
مضارع	مفاعیلن (فاعیلن)	چار بار	رجز	مستغنی ہشت	و شش و چکر یعنی مثنیٰ و مثنیٰ
مقتضب	مفعول۔ مستغنی	چار دو و ہشت	م	مفعول۔ مستغنی	و چکر دفعہ یعنی مفسد

امثلہ بحر ذیل میں درج ہیں

بحر طویل مرکب (مفاعیلن) چار دفعہ۔ چہ گویم نگارینا کہ با من جبار
بحر مدید (فاعیلن) چار بار۔ بیو فایار گئی یاد غموری بکن بحر بسط
چون فاروس روز و شب افتادہ ام در بہت بحر وافر سالم بسط۔ اول مرجح
بدی چکنی بجائے کسی۔ دوم مفسد۔ خوشا سو کہ آہ منت کند اثر سے سوم
مثنیٰ۔ بیانیثین سے بیرم من از غم تو بعد الم بحر کا مل سالم بسط۔ اول مرجح
بلغ اعلیٰ بکمال۔ دوم مثنیٰ یعنی بر قد و کشتش کہے ایصبا گذریم کنی۔ پہر پنج
بحر مذکورہ پارسہ میں کم متعل ہیں سئلے اونکو التفصیل نہیں کہا گیا۔ بحر
مرجح بسط۔ مثنیٰ سالم مفاعیلن آئندہ دفعہ۔ اگر آن ترک شیرازی بد آر دول
مثنیٰ مثنیٰ (مفاعیلن) بار مفاعیلن (دو دفعہ۔ نہ سے ریت و بخونی گل دانست
غنیہ خندان۔ مثنیٰ مقبوض۔ مفاعیلن آئندہ دفعہ۔ دلم ہر دو از غنیت غمت ز دل
نشہ۔ مقبوض مثنیٰ (مفاعیلن) بار مفاعیلن (دو بار)۔ مثنیٰ اشتہ۔ فاعیلن
مفاعیلن۔ چار دفعہ۔ سر و من سے بنشین غار را گلستان کن۔ مثنیٰ آخری مفعول
مفاعیلن۔ چار دفعہ درکنہ حلال تو مقل و دل و جان ایران مفسد سالم کجا
اسے لڑال شک ہو سے من۔ مفسد مقبوض (مفاعیلن) دو بار۔ مفاعیلن

خرم زلف و دو تایم - سدس مخدوف و مفاعیلین و دو بار مفعولن (دو بار) - جفا و جوار
 بسیار دیدیم - مریض سالم - خوشا و قینک بخرامی - مریض ضرب المفعول مفاعیلین و دو دفعه
 این پنجو خندان کو سالو ان بجر رمل بسبیل مشن سالم - هر کسی امن کنشان و
 پائے گل با گلند ار - مشن مریض - فاعلاتن سکه بار فاعلیان (دو بار) - تا بکه گیرم
 بنوری همچو ابرو نو بان - مشن مخجون فاعلاتن آئینه دفعه شکر تراشده ریحان سید
 مور رب - مشن مقصور (فاعلاتن سکه بار فاعلاتن) و دو دفعه - روز مار اساجو
 بشب تیره آن ماه از فراق - مشن مخدوف (فاعلاتن سکه بار فاعلاتن) و دو دفعه
 گردانی قیمت یکتار سو خورشید - مشن مخجون مقصور (فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن
 فاعلاتن) و دو دفعه - چاره بجز تو سازم با وصال و گران - مشن مخجون مریض (فاعلاتن
 فاعلاتن فاعلاتن فاعلیان) و دو دفعه روزگار است کرد و خاطر ام آشوب فاعلاتن -
 مشن مشکول - فاعلاتن فاعلاتن چار دفعه - پیر و ناز نینا بکر شمه گاه گاه - سدس
 سالم - فاعلاتن ۲ دفعه - ای نگارین رگ و دل پسر زال ما - سدس مقصور (فاعلاتن فاعلاتن
 فاعلاتن) و دو دفعه - باز بوی گل را دیوانه کرد - سدس مخدوف (فاعلاتن فاعلاتن
 فاعلاتن) و دو دفعه - مانده ام از یار و روزنده ام سدس مخجون مقصور (فاعلاتن
 فاعلاتن فاعلاتن) و دو دفعه - آنچه رخسار و چه زلف و چه کب - مریض سالم - فاعلاتن
 چشم اندازم که گاه - مریض مخجون فاعلاتن چار دفعه - دل من پیچ تیر و آهوان
 بجز مفسح مرکب مشن ملوی موقوف (مفتعلن فاعلاتن) چهار بار - غارت غنای
 رفت دل از ما پیر و سدس ملوی مفتعلن فاعلاتن مفتعلن (دو دفعه شاه جهان
 ما تا زمانه بود و آن بجز مضارع مرکب مشن ضرب المفعول فاعلاتن)
 چار بار - ابرو بهار گریان وین چشم غنفتان هم - و سوان بجز مقصوب
 مشن ملوی (فاعلاتن مفتعلن) چار دفعه بگذر آئینم سما صبحم بطرف زمین مریض ملوی

فایض المعانی

مولفہ حافظہ عمر دراز فایض معنی عنہ

۱۰۸۷ھ

مطبع پنجابی لاہور میں چھپی

مصنف کے اجازت بغیر کوئی نہ چھاپے

فایض المعانی

مؤلفہ

حافظ عسکری از فایض عفی عنہ

۱۸۶۵
دستخط

در مطبع نجابی لاہور باہتمام منشی محمد عظیم مطبوع گردید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا رب فایض سرگردانِ وادیِ محبت و کوچہٗ شہِ الفت کو زبانِ دی کہ تیری حمد میں
 جادو سرائی کری اور دکنِ ذوقِ بادہ بگا لگی سی بے اختیار کر کہ زبان کے ساتھ
 ہمنوائی کرے میں کون ہوں کہ تیری مح کی دعویٰ میں ہر نہ سرائی کروں اپنی لکھ
 مرد اس سید انکا تصور کردن فصیح العرب العجمی لقبِ شامی نسبِ مورد
 وحی رب فخر اولین سول رب العالمین حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء
 تیری حمد سے معترف بعجز ہیں بیتِ بیچ اسی بکیر و رود و سلام + گزینہ
 بنی پر اپنی دمام + اور اوٹکی آلِ اصحاب پر کہ نجوم آسمان ہدایت ہیں

گر ہمارش مدعا

بندہ محمد عمر المعروف بجا فط عمر و راز المخلص فایض عن اللہ عنہ

اہل فن کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ فصاحت و بلاغت یا ساعز و زین
 فن ہے کہ جب تک انسان اس سے واقف نہیں ہوتا زبان کی خوبی اور کلام کی خوش
 اسلوبی سے لذت نہیں اٹھاتا اور یہ نہیں جانتا کہ یہ لفظ کس واسطے استعمال
 کیا گیا اور اس میں کیا فائدہ تھا اگر اس کی جگہ کوئی اور لفظ ہوتا تو کیا خوبی نکلتی
 اور کونسا کلام زیادہ تر مقرر ہوتا ہے اور کونسا دلچسپ ایجاز اچھا ہے یا
 اطناب جملہ معترضہ سے کیا فائدہ ہے، حشو کس کو کہتی ہیں غرض اس فن
 کی طرف ہر ایک اہل زبان کو توجہ کرنا ضروری اور لازمی ہے کیونکہ انسان
 دو اب پر جو فضیلت کہتا ہے تو محض نطق اور کلام کی سبب نہ ہر تقدیر
 تو حیوان میں بھی ہے کہ بہوک کی وقت کہانا تلاش کر لیتا ہے نہیند کا غلبہ
 ہوتا ہے تو سورتا ہے شہوت کا غلبہ ہوتا ہے تو جماع کر لیتا ہے انسان کو
 ایزد باری نے اشرف المخلوقات اسی جہت بنایا ہے کہ وہ علامہ عقل و تدبیر کے
 ناطق بھی ہے لیکن ظاہر میں دیکھا جاتا ہے کہ نطق بھی ہر ایک انسان کا یکساں
 نہیں ایک آدمی ایسا ہے کہ جتنی بات کرتا ہے تو اس کا کلام سامع کے
 دل پر نہایت اثر کرتا ہے اور ایک مخلوق کے دل کو نکو اور ہر کا اور ہر کرتا ہے

ایسی شخص کا نطق ایک مانہ کو اس کا مطیع بنا دیتا ہے اور ایک شخص ایسا ہی کہ
 اس کا کلام محض بے اثر ہوتا ہے بلکہ کان ہر کے لوگ سنتی ہیں اور اس کی صحبت
 سے متضرر ہوتی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے شرف اور امتیاز کا باعث
 سب جو انویس اور اس کا نطق ہے اور اس کا فصیح ہونا اپنے غیر فصیح سمجھنے والوں کے
 شرف دیتا ہے پس حقیقت انسان کا یہ ترفصاحت و بلاغت کے ساتھ کلام
 کرنا ایک عقیدہ ہے سمجھنے والے معزز و ممتاز ہوگا اور اس کی امتیاز کو وہی نسبت
 ہوگی جو انسان کو حیوان سے شرف و فضیلت کے باب میں ہے اور غیہ خاص شرف
 جبلت نہیں بلکہ کسی ہے تجربہ ثابت ہے کہ صحبت یافتہ اور جانبدار آدمی پر
 کی نسبت بہت فصیح ہوتا ہے اور عالم جاہل کی نسبت زیادہ بلوغت قواعد
 فصاحت و بلاغت واقف ہوتا اور پیراؤ کو استعمال میں لانا کاندھ طبعوں
 فکی بنا دیتا ہے اور ذکی طبیعت والوں کے ذہن کو جلا دیتا ہے اور عیون کھینچتا
 کہ اردو زبان میں باوجودیکہ وہ آجکل وجود باوجود شعری ہندی سے معراج ہے
 اور ہر ایک صوبہ کا سرشتہ تعلیم اور اس کی ترقی و رواج میں ہمہ تن مصروف
 اور حکام وقت بھی اس کو نہایت پسند کرتے ہیں اس علم کی کوئی کتاب نہیں

اور فارسی میں سو اسی سالہ موہبت عظمیٰ و عطیہ کبریٰ جو سراج الدین علیخان
 آرزو کی تصنیف فارسی میں اور کوئی کتاب بہ نظر نہیں آئی اور میں یہ نہیں کہتا کہ
 میں تمام مانہ کی کتابوں پر حاوی ہو گیا ہوں یا غیبان مہن لیکن جہاں تک
 کوشش کی کوئی کتاب کمال بنائی پس اس شخص سے کہ اگر اس بائین ہی یہ علم
 مروج ہو چکا تو بیشک اہل مذاق کو پسند آئی مینی اس کتاب کو کمال کوشش اور
 عرق و زہی سے مرتب کیا گو قواعد سبہر مین عربیوں کے ہیں لیکن تلاش مشکہ ہندو
 اوسکو قواعد کے ساتھ مطابق کر مین میری سعی اید الوصف ہے اہل فن کی خدمت
 میں گزارش ہے کہ مجھے بخانی کا دعویٰ مین البتہ یہ کہتا ہوں کہ اس علم کی کوئی
 کتاب اردو میں ہو میری مطالعہ میں نہیں آئی میری اس تحریر سے غرض یہ ہے
 کہ اہل کمال اگر کوئی نقص پائیں تو نکتہ چینی نہ کریں بلکہ اصلاح فرمائیں اور غلطی
 اس خامہ فرسائی سے یہ ہے کہ میں نہ ہونگا اور یہ نقوش پریشان صفحہ ہستی پر
 یادگار ہیں شاید کوئی صاحب نے انہیں دیکھ کر مجھے یاد کرے اور دعا خاتمہ
 میری حق میں بنان پر نام اس کتاب **فایض المعانی** ہے اور تاریخ
 تالیف ۱۲۸۰ ہجری ہے اور شہادۂ عیسوی علی صاحبہما احتیہ و اسلام۔ اصل

مدعا بیان کیا جاتا ہے **مقدمہ** کلام فصیح وہ کلام ہی جو متعارف
 حروف و رعایت اور مخالفت قیاس لغوی اور عیوب کیست مبرا ہو متعارف
 حروف یہ کہ کلام میں اسے حروف جمع ہو جائیں کہ ادکا تلفظ طبع سلیم پر دشوار
 اور یہ متعلق مذاق ہے یعنی طبیعت اس کے خود بخود متغیر ہوجاتی ہے ظاہر میں دیکھا
 بیان کہ ناممکن نہیں اگر یہ کہا جائے کہ اجتماع حرف و یک صنف سے کلام ثقیل ہو جاتا ہے مثلاً
 حکیم مومن خان دہلوی کا شعر ہے **پاؤں ترتیب سے** دیکھ سنبھل کر کہنا ہو چو ہنسی ششہ
 دل سنگ ستم سی پسلی ہے تو یہ محض ہے اعتبار ہی البتہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تعال
 ایک مخجسی دوسرے مخجج کی طرف خواہ بعید ہو خواہ قریب بعض اوقات موجب
 ثقل کا ہوتا ہے رعایت یہ ہے کہ کلمہ غیر مانوس الاستعمال کلام میں واقع ہو
 اور استعمال سے زائد انسان ہند کا استعمال مراد ہی بعض اہل فن کا قول ہے کہ کلام
 میں ایسا لفظ مذکور نہ ہو کہ اکثر اہل زبان اس سے ناواقف ہوں چنانچہ بعض شعرا
 ہند قصاید طویلہ میں رعایت قوانی سی اسے الفاظ استعمال میں لاتے ہیں جیسا کہ
 ۵ ایک خورشید قاطر فہ جوان رشتق تاب خسار فلق سرخی خسار شفق
 کری دو ٹکڑی جگر کینچ کے ابرو تلواری باند بکر کینچ لی دل زلف سلسل کی ہتی

اشرق فلق و ہق اسین ایسی الفاظ ہین کہ اکثر اہل زبان انشی واقف ہین علم
 ہذا القیاس حدق جمع حدقہ بمعنی مردک چشم اور الیق صنیعہ تفصیل و عمق
 ایک شاعر ہر عرب اور بق جسکی معنی ہین مہر یہ سب الفاظ اسی قصیدہ مین ہین
 جسکے دو تین شعر مثال مین لکھی گئی مخالفت قیاس لغوی اور
 عیوب ترکیب واضح ہو کہ اردو زبان کی ایک بانوں مرکب ہن بانگا
 رکن عظم فارسی ہے یعنی حسب فارسی اسین مخلوط ہی اور کوئی زبان ہنیں اس ترکیب
 نحوی اور فصاحت و بلاغت مین ہندی فارسی کی تابع ہی مگر بعض قواعد مین
 جسکو ہم صرف اہل زبان بتیسر کرتے ہین پس جو الفاظ اور ترکیب فارسی زبان مین
 متروک اور غیر فصیح ہونگی اردو مین بھی نامحسوس ہو گئے۔ سیری اس بیان معلوم
 ہو گیا کہ اس ہند کو اپنی تقریر و تحریر مین تین باتوں کا خیال رکھنا چاہیے ایک اپنی
 زبان کے قواعد کا دوسرا فارسی زبان کے ضوابط کا تیسری ایسی ترکیب جو فارسی
 مین درست ہون اور اپنی زبان مین قبیح و نازیبا ہون چنانچہ عبداللہ خان مہر
 لکھنوی کا شعر کسی جہلی کے گنڈے و دست زنگین مین نظر کر لی۔ جس جیوتے
 کی گچی کپنی ہون شاخ مر جا مین بد دست زنگین اہل مذاق کے نزدیک ^{بعض}

اس موقع پر قبیح ہے نظر کردن فارسی کا مرکب صد سے جبکہ مضارع کا ترجمہ بیان
 اس نہج سے واقع ہوا ہے کہ اہل طبع سلیم اس خواہ مخواہ تفسیر میں مقام مقتضی اس
 بات کا ہے کہ یہ لکھا جاوے نظر کر لی خلاف و زمرہ کیونکہ کوئی زبان ان نہیں
 مینی زید کو نظر کر لیا یا زید بھی نظر کرتا ہے کسی چلی کے گنہگار و دیکھے دست
 میں + ہوتا تو خوب تھا اسکا نام عیب ہے کیسے، اور مختص زبان ہندی ہی محفل
قیاس لغوی یہ ہے کہ خلاف ضابطہ فارسی یا ہندی کوئی لفظ اپنی کلام میں
 وارد کیا جاسی فارسی الفاظ کا بیان اس فن کی کتابوں میں مفصل مرقوم ہے
 ہندی بیان کیا جاتا ہے سو یہ کہی قسم ہے ایک پادشہ یعنی کلمہ میں
 رعایت وزن شعر کی لحاظ سے کوئی حرف نہ یادہ کرنا جو معنوں میں کچھ دخل نہ کرتا
 ہو چنانچہ ادھر کا ایدہ ہر نالینا اور وہیں کا وہیں ۵ اور جاوے شخص شک
 ایدہر ہی کہنا + بیان ہی ترپ ہی ہیں گنگا چار بیچ + صاحب مینا
 اردو ۵ اٹھا وہیں اور کہینچا اوسنی تیغ + کیا چاک پہلو مرا بید ریغ +
 اس قسم کی زیادت میں اصل یہ ہے کہ متقدمین کے نزدیک یہ جائز تھی مگر اب اسکا
 محاورہ متروک ہو گیا ہے اگر تبدیلی حالت دیکھی جائی تو ماخوذ فیہ سی خارج ہوگا

ورنہ ہمیں داخل رہیگا یا اوآخر کلمات میں یا زیادہ کرنا چنانچہ ضحاک
 قربانی وغیرہ کہ اصل میں صفا اور قربان ہے تیسرے حصے میں ۵ اوس آئینہ رو کا لکڑ
 کیا بیان + صفا را کہہ سی اور چکی دان + اور ابو ظفر فرماتی ہیں ۵ ہمہی ملنا ہی کر
 صفائی کے ساتھ + کوئی تو بات کہ صفائی کے ساتھ + تمام غل کے ردیف ہی ہے
 مگر صفائی کا لفظ کثرت استعمال کے سبب غیر ضمیمہ خیال کیا جاتا مولوی الطاف
 حسین جٹالی فرماتی ہیں کہ سیر نزدیک یہ مخالفت قیاس لغوی سے مستثنی ہے ارد
 کا قیاس لغوی اب بہہ ٹھیکر گیا ہی کہ اکثر مصداق عربیہ فارسیہ میں ایک حرف مفید
 مصدریت برہا لیتی ہیں جیسے فرلع فراغت سلامت سلا سو مزاجی تھو
 وغیرہ۔ قربانی اگر عید کے ساتھ متصل ہو اور عید بیک اضافت مذکور ہو یعنی
 عید قربانی مستعمل ہو تو درست ہے یعنی عید منسوب بقر بان اس صورت میں ایسا
 ہوگی نہ زائد لیکن قربانی بمعنی ذبیحہ خاص جو عید کے دن ذبح کیا جاتا ہو حق بہہ ہی
 اس قسم سے نہیں بلکہ خاص محاورہ مل ہند کا ہو چکا ہی فوق ۵ تا یہ قربانی صراط
 عشق پر مرکب ہے + اسی قسم سے ہی میزرا خا در کا قول ۵ کو چہ ہے ترا بار کہ
 یا کوہ مری ہے + (کہ) خود حرف تزدید ہی چنانچہ فوق ۵ مرہ پکا نکاحی

کہ سری کل ٹکڑا + بعد اسکے حرف یا تروید کی وسطی استعمال کرنا مقصود ہے یا ردیف
 کی رعایت کوئی کلمہ زیادہ کرنا چنانچہ دیوان اول ظفر کی ردیف الیا
 کا مطلع ہی ۵ دیکھی گر چشم تری ی گل شاد و حباب + شرم کی ماری ہن بحر
 میں ہو آب حباب صبح ہی دیکھ کا فاعل حباب ل ہے اور وہی فعل ہو کا فاعل
 ہے اور یہ میں جو ضمیر مستتر ہے وہ حباب کے طرف اشارہ ہی پس اظہار ضمیر کا بیان
 محض محل اور بیکار ہی یا وضع الفاظ میں کوئی حرف زیادہ کرنا
 چنانچہ قصیدہ صبح شاہزادہ سلیمان شکوہ میں میر انشا اللہ خان لکھتی ہیں ۵ اتنا
 اوسکی جبین کے جو مقابل ہوو + مستند ہو کوئی ف بی تیری چکا ہٹ + چکا ہٹ
 حاصل مصدر چکنا کا میر حسانی رعایت قافیہ کے وسطی لفظ استعمال کیا ورنہ
 مجرد اسکا چمک موجود اسطرح دو شعر میں اول ہماوٹ باز دہتی ہیں حالانکہ
 اول ہما و موجود میر صاحب فانی ہیں ۵ اتنی ہی بد مزاجی ہر لحظہ میر تحکو +
 اول ہماوہنی میں سے جگڑا ہی آسمان سے + دوسرا کلمہ کو بموقع استعمال کرنا
 چنانچہ اگر کی جگہ اگر یہ استعمال کرنا ظفر ۵ حتی دیکھ میں تیر اور و کو کن ٹکڑوں
 سے ہم دیکھیں یہ انگبین ہوٹ جائیں گر چہ ان ٹکڑوں سے ہم دیکھیں دقیقہ اگر چہ

حروف شرط میں ہے لیکن موقع اسکی استعمال کا مخصوص ہے کیونکہ اسکی جزا
 بطریق استثنا کی آیا کرتی ہے یعنی جزا میں کلمہ استثنا کا لفظ یا تقدیر ضرور
 واقع ہوا کرتا ہے چنانچہ میر تقی فرماتی ہیں ۛ گرچہ آوارہ جو ن صبا ہین ہم +
 ایک لگ چلنی کو بلا ہین ہم + ولہ ۛ گرچہ کب بیکیتی ہو پر دیکھو + آرزوی
 تم اوہر دیکھو + خلاصیہ کی تکلم بعد لفظ اگرچہ جو مضمون واقع ہوتا ہی وسیلہ
 کرتا ہی پر اوس استثنا کرتا ہی برخلاف اگر کہ اسکی جزا مشروط با استثنائین
 حکیم مومن خان فرماتی ہیں ۛ گر خواب میں ہی اوہر کو دیکھا + آنکھیں مڑو کو
 دکھائیئے ہم + اسی قبیل سے ہی بعد موصول کے دو ہر اصلہ لانا ۛ مصور کینچ
 وہ نقشہ کہ حسین بیہ سانی ہو + مطلب و ن کاف صلمہ کی تمام ہو سکتا تھا مگر یہ
 فصحا ہی ہند کی کلام میں اکثر دونوں صورتوں سے واقع ہوا ہی - بہتر ہی ہے کہ اگر
 احتراز کیا جائے کیونکہ یہ اصل ہے اور اس میں اختصار بھی ہے اور اختصار بلوغت ہی تیسرا
 ترکیب اضافی میں الفاظ ہند کی ہندی یا ہندی فارسی کو باہم مضامین
 الیہ بنا نا مگر یہ مخصوص باہل فاطر ہر کاری و روزمرہ اخبار نویسان ہند ہی
 چنانچہ گورہ جہنٹ جہارم اور یہ محاورات کثیر الوقوع ہیں اور اخبار نویسان باہل فاط

پر ہی منحصرین سلطان الشعر امیر اخا و سیتانی کو ہی یہ غلط پیش آیا ہی وہ فرما
 ہین ۵ انبار میں لاشوں کے نظر کیجی حجا + قاتل تیرا کو چہ کہ یا کوہ مری ہے +
 کوہ مری ایک پڑہی پنجاب میں اور مری ہندی زبان میں وہا کو کہتی ہیں میرا
 دوسرے معنی بیان مقدم سمجھتی ہیں اور ظاہر الہام کی طرف متوجہ ہو ہین کہ
 بادی النظر میں کوہ مری کوہ مشہور سمجھا جاتا ہی لیکن مطلب کثرت مرگ عشاق
 سے ہے اگر یہ کہا جائی کہ کوہ مری یہاں ہی کوہ مشہور مرادی جو سرد سیر
 اور بلجانات پر سکون و لطافت کی کوہ چہ یار کو اس سے منسوب کر دیا ہی تو میں کہتا ہوں کہ
 مضمون مصرع اول اسکی تائید نہیں کرتا چوتھا الفاظ ہندی یا فارسی عرب
 کے طور پر بنا کر نا چنانچہ لمبیچے لبالب مزین بنی زیبا اور قوافی جمع تو ہے غیر اس
 قسم میں اہل قافز بعض اہل تصنیف ہنر مال میں چنانچہ صافسانہ عجائب
 آرائش محفل نے اس قسم کی الفاظ مستعمل کئے ہین - خواجہ حیدر علی آتش ۵ کلفت
 ایام ہی پر وہ نہیں کچھ حسن + خبر بروئے نکو مزین بلکھی پوشاک ہے پانچوان
 کسی لفظ کی اصلی معنوں کے انحراف کر کی اور مضمون استعمال کرنا + صاحب پانچواں
 ۵ مت سمجھنا یہ کوہ شملہ ہے + شاہ واجد علیہ + حملہ تخریر کا اعلیٰ درجہ

بروزن و معنی فعلہ جمع عامل کی ہے جسکے معنی ہیں کارکن لیکن شاعر نے معنی
 دور حکومت استعمال کیا ہے اسی قسم سے ہی اہل علمہ معنی اہل عمل چھٹا مقام میں
 ایسا لفظ استعمال کرتا جس سے صبح اور مذمت دونوں پائی جائیں چنانچہ بعض لوگ
 ملک کے ساتھ جنابہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں ظاہر اذ کو بیت نظر ہوتی ہے مگر اس
 قبح کی طرف بھی خیال کرنا چاہیے خواجہ حیدر علیؒ آتش کشتہ اک عالم ہے چشم بہت
 خود کام کا + اتھو لون میں مزا پاتی میں سنگ دہام کا + خواجہ صاحب چشم کی صبح
 کرتے ہیں گریز بہت ہی دس سے ترشح ہے یعنی کشتگان چشم کی نہیوں میں چشم کے
 بادام ایسا اثر کیا ہے کہ جب نہیں کہتی چپاتی میں تو اونہیں باداموں کا مڑ پاتا
 ہیں اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کئی مشوقوں کی نگاہیں چپاتی میں جانکے
 یہ دولت سگون کے نصیب میں چاہیے نہ سگون کے۔ حالی صاحب نے پاتی میں کو میر
 نزدیک مثال مخالفت قیاس لغوی کی نہیں ہو سکتی کیونکہ مخالفت قیاس
 لغوی فصاحت لفاظی علاقہ رکھتی ہے اور لفظ جنابہ اور لفظ بادام مثلاً
 مذکورہ میں مغل بلاغت ہیں کیونکہ خلاف مقتضای حال استعمال کئے گئے ہیں مگر
 سراج الدین علیخان آرزو سکو مخالفت قیاس لغوی میں دخل کرتے ہیں +

دقیقت اگر اس قسم کا لفظ ایسی مخاطب یا ممدوح کی شان میں واقع ہو
 جو قابلِ مذمت نہ ہو چنانچہ ذاتِ باری تعالیٰ یا رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
 تو جاز ہے **سا تو ان** وصلِ عین کا الف کی طرح یعنی جیسی کہ وصل کا الف بعض
 اوقات اوزان میں ساقط ہو جاتا ہے جیسی ہی عین کو ساقط کرنا نظیر الکبر آباد
 ۵ کہتا ہے تجھی کون کہ عاشق کو تاسو + اور شمعِ نطفہ اسکی کلیجے کو جلا سو +
 دستِ رہا ہی تو مجھی غم سے سیلا سو + جاتی ہے بہارِ عمر کی آسون ہی میں آ سو +
 آسواری سواری سواری آ سو + بہار کی رساقط کرنے چاہی یا عمر کا ^{عین}
 اور پہنے کی ہے کا وصل کرنا غلطی میں داخل ہے اسکو ہم محلِ فصاحت نہیں
 کہہ سکتی مگر لفظ آپہی کہ اصل میں آپہی باعلان الہا بعض اوقات ^{خفا}
 الہا مستقل ہو جاتا ہے اور پشادہی۔ ذوق ۵ کسی مگر کو اسی ہدایہ
 مارا تو کیا مارا + جو آپہی مرا ہوا و سکو گراما تو کیا مارا + میر ۵ چاہتا
 ہے جب سبب آپہی ہو تہہ سبب و ظل اس عالم میں کیا ہے عالم اسباب کے
 نکتہ فصاحت کلام میں داخل ہے کہ کلام ضعیف تالیف و تنقید سی خالی ہو
ضعف تالیف یہ ہے کہ تقدیم و تاخیر ضمایر یا حروف و ابط اس

پنج سے واقع ہوں کہ خلاف روزمرہ اہل منہد کے ہو جیسے سرور کا شعر
 ۵ نیک و بد زمانہ نہیں جہتیار میں + ہوتا وہی سرور ہے جو سر نوشت ہو
 روزمرہ یہ کہ ہوتا وہی ہے ہو یعنی حرف رابطہ اور فعل میں فاصلہ نہیں چاہیو
 تعقید تعقید سی مراد ہی غیر ظاہر الدلالہ ہونا کلام کا اپنی معنوں پر
 یعنی کلام اپنے معنوں پر ظاہر دالات نکر سکی ظاہر کی قید ہو اسطی لگائی گئی
 کہ دالات تو ضرور کرتا ہی مگر واضح اور صریح دالات نہیں ہوتی اگر ایسی لفظ
 بولی جائیں جو معنوں پر دالات ہی کرتے ہوں تو انکو ہم تعقید کہیں گے بلکہ
 انہیں مہلات کہیں گے اور تعقید دو قسم ہے ایک لفظی ایک معنوی اگر احتمال
 نظم کلام میں سبب قییم و تاخیر و صل و فصل وغیرہ کی ہو تو لفظی ہے گو بعد
 وغیرہ کے مطلب واضح ہو جائے اور اگر انتقال ذہن میں سبب وری نسبت کی
 خلل واقع ہو تو معنوی ہے وری نسبت کے یہ معنی ہیں کہ ذہن بہت جلد اسکی
 طرف انتقال کر سکی جبکہ بہت غرض و زائل مگرین اسکا سمجھنا دشوار ہو
 آتش ۵ گل کو قباہین کے تو اسی کجکلاہ کاٹ + ماریاہ زلف سے سنبل کی
 راہ کاٹ + شاعر کا مدعا یہ ہے کہ ماریاہ زلف نہ کہا کر سنبل کو خجل اور شرمندہ

لیکن کیسی راہ کا ٹنکا کرنا یہ جمل کرنے سے نہیں ہو سکتا **مکتبہ** کہی نظم اور شرکی
 فصاحت میں فرق ہی ہوتا ہی اور نظم میں وہ ترکیب صیح ہوتی ہے جو شریعت میں
 غیر صیح خیال کیا جاتی ہے ضرور چاہیے کہ شعرا و نثر نویس کے خیال میں جو اباب
 عروض و قافیہ نے مقرر کئی ہیں **مکتبہ کلام** بلدیغ وہ کلام ہے جو باوصف
 فصاحت کے مقتضای حال کے موافق ہو اور مقتضای حال سے یہ مراد ہے کہ مناسب
 حال و مناسب مقام ہو سو وہ مناسب مختلف اور متفاوت ہوتی ہے کیونکہ جہاں
 تاکید کی ضرورت ہوگی وہاں اطلاق نہیں ہو سکتا اور جہاں ایجاز و درکار
 وہاں اطناب و مساوات نہیں آ سکتا ہر ایک اپنی اپنی موقع پر آنے چاہیے **مکتبہ**
 اس تقریب سے واضح ہو گیا کہ بلاغت کے واسطی فصاحت لازم ہے نہ بالعکس یعنی
 جہاں بلاغت پائی جاوے گی وہاں فصاحت ہی ضرور ہی ہوگی اور فصاحت
 کی واسطی بلاغت شرط نہیں **مکتبہ** مراد ہی معنوں کے ادا کرنا نہیں جو خطا واقع
 ہوتی ہے اس سے بچنے کی لئے قواعد مقرر کئی گئی ہیں جہاں نام علم معانی
 ہے اس علم کے ذہن نشین کر لینے سے جو لفظ اپنی مراد ادا کر نیکی واسطی انسان
 بولی گا وہیں خطا نہ واقع ہوگی اور کہی معنی مراد کی طرف انتقال کرتے

ذہن میں خلل واقع ہو جائے اس خلل کے رفع کرنے کی واسطی بھی نکلیے بند
 ہوئے ہیں جبکہ نام علم بیان ہے اور کبھی کبھی محسنات کی طرف ہی انسان کو
 میل ہوتا ہی اسکی واسطی ہی ایک علم علیحدہ ہے جبکہ نام علم بدیع ہے
 اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ اگر زمانہ فی فرصت و ارجل نے مہلت دی تو تینوں علموں
 میں گفتگو کرینگے سب سے پہلے علم معانی میں بحث کرتے ہیں اور خدا اسی توفیق
 چاہتے ہیں اللہم انا نستعینک و منک التوفیق وانا لا نستطیع و انت الرفیق
 نکات علم معانی وہ علم ہے جس سے پہچانا جاتا ہے کہ کلام فصیح اور مستقصا
 حال کے موافق ہے یا نہیں سوہ کئی بابوں پر مشتمل ہے و قیقہ کلام وہی ہے
 جو دو یا زیادہ کلموں سے بالاسناد مرکب ہو یعنی دو یا زیادہ کلمی ایسے بولی جائے
 جو باہم مضاف یا مضاف الیہ ہوں یا فعل فاعل یا مفعول وغیرہ ہوں پر
 بالاسناد کہنی سے وہ دو یا زیادہ الفاظ کلام کی تعریف کے خارج ہو گئی جو بغیر اس
 کی بولی جائیں مثلاً زید کبر عمرو یعنی بولنے جائیں اور کوئی قید انہیں نہ
 لگائی جائے سو وہ اگر اس قسم سے ہی کہ سکوت متکلم کا اوپر صحیح ہوتا تھا
 ہے ورنہ ناقص چنانچہ زید کا غلام۔ اور تمام دو قسم ہے ایک اخبار چنانچہ کہنا

زید دوسری انشا چنانچہ پکڑ لی زید کو ظاہر ہے کہ زید کا غلام کہنی سے سامع نہیں
 سمجھا کہ فایل کا اس سگیا مطلب بحر اور سکوت اور سکا اس موقع پر صبح نہیں
 اور جس جگہ کسی زید کٹر اہی سامع سمجھ گیا کہ مکمل اوس کیفیت کو بیان کرتا ہی
 زید میں پائی جاتی ہے یعنی کٹر اہونا اور جملہ اخبار یہ اگر مطابق واقع کی ہو یعنی
 مکمل بیان کرتا ہی کہ زید کٹر اہی اور حقیقت میں ہی کٹر اہی تو صادق ہی نہیں تو
 کاذب پس اس تقسیم سی ظاہر ہو گیا کہ جملہ اخبار یہ اور قضیہ ایک ہی شے ہی اور
 صدق و کذب و نون کا احتمال اور سیرج ہے اور انشا میں صدق و کذب کا
 احتمال نہیں ہوتا بلکہ اوس سے طلب کسی شے کی پائی جاتی ہے

پہلا باب اسناد خبری کے بیان میں

نکتہ اسناد خبری کے معنی ہیں ایک کلمہ یا قایم مقام کلمہ کو دوسری کی
 طرف نسبت کرنا اس سنج سے کہ افادہ حکم کا کرے چنانچہ زید کٹر اہی نکتہ
 اخبار سی مجبر کا مطلب یا تو یہ ہے کہ سامع کو جو نا واقف ہو کسی بات کی خبر دے
 چنانچہ زید کا بیٹا ہے سامع نہیں جانتا کہ یہ شخص کون ہے مکمل نے اوی

واقف کر دیا کہ زید کا بیٹا ہے یا یہ کہ اپنے علم سے اسی آگاہ کری مثلاً ایک
 شخص دلی کی تعریف کر رہا ہو اور دوسرا شخص کہے کہ ان صاحب دلی بہت
 اچھا شہر ہے تو مطلب اس کا یہ ہے کہ میں بھی جانتا ہوں اور دلی سے وقف ہوں
 اور کہیں انا کو منبر لہ نادان کے نہیں لکے کہ دیا جاتا ہے اور مطلب اس سے تعجب
 بخر صیامع کی ہوتی ہے چنانچہ کام چور آدمی کو کہا جاتا ہے بہائی کام کرنا
 بہت اچھی چیز ہے اور کہیں لذت کا لہ کے واسطی کہا جاتا ہے مثلاً دوست
 ایک جگہ شب بٹش ہوں اور صبح کو رات کی گزشتہ قصے بیان کر کر خوش ہوں
 اور کہیں اظہار تکنت کا مطلب ہوتا ہے مثلاً ایک امیر عالی شان جو دوست
 ضرب المثل ہو کہی ہماری پلے ہزاروں دپیہ موجود ہیں یا قمع یعنی شیون
 اور بین کر نیکی واسطی مثلاً میرے پیارے بیٹے کو دشمنوں نے قتل کر ڈالا ہو
 چلے حامی جان جسکے جانی سے افسوس + چلی جای + اور زہجای حیف +
 لگاتی ہوئے ہاتھ اوس گلبدن کو + فرشتہ ابل کا نہ شرابی حیف + کشتون
 سے اپنے کنارہ کرے + محل کی وہ آغوش میں ہی حیف + یا تحسّر واسطی آتا
 ظفر حسرتا و حسرتا تمنی حامی گورپہ فاختہ کو ہن ہاتھ ہی مہربان + کچھ

کہیں اظہارِ غر و ضعف منظور ہوتا ہی نظیر اکبر آبادی سے آئی میں بندہ گنگا پر
 گناہوں میں اپنے گرفتار ہوں + یا سناجات اور طلب حاجت منظور ہوتی ہے قصر
 اسی مدد مجھ عاجز کو تو فی سب کچھ یا لیکن ایک اندھیرے گھر کا دیا نہ یا خدا
 تو جانتا ہی اندھیرے گھر کا دیا نہیں دیا پھر اسکی ساسنی بیان کرنا اسی غرض
 ہے کہ اسی پروردگار عنایت کر سوامی اسکے اور بہت فائدہ ہی جملہ اخبار یہی
 مطلوب ہو تہیں اہل تتبع خود دریافت کر سکتی ہیں مکت اگر مخاطب
 خالی الذہن اور بی تردد ہو تو سوکدات کی کچھ حاجت نہیں ہوتی ورنہ بعد
 تردد و شک مخاطب کے سوکدات کی حاجت پڑتی ہے اور الفاظ تاکید کی بہت
 ہیں مثلاً عموماً سو گند کی الفاظ اور جلدی اصلاً ہرگز ثنائی ٹھیک وغیرہ
 میر حسن سے قسم مجھ کو حضرت سلیمان کی + میں دشمن ہوئی اسکی اجانبی
 مخاطب معشوق ہی اور شکم عاشق مخاطب کو کمال محبت عاشق کے لحاظ سے
 امید نہیں کہ وہ دشمن بنجائی سو اسطی اس تردد اور شک کو ملحوظ کر کی قسم
 یاد کی گئی تاکہ وہ امید منقطع ہو جائے اور سمجھے کہ معاملہ دیگر گونج دو
 جینا ہمیں صلا نظر اپنا نہیں آتا اگرچہ ہی وہ شک سچا نہیں آتا میر

تری بندی میں ہم خدا جانتا ہی خدا جانی تو کہو کیا جانتا ہی نکلت
 اسناد و قسم ہے ایک حقیقی عقلی اوس سے یہ مراد ہی کہ ایک امر کو اپنی عندیہ کے
 اوسے دوسری امر کی طرف منسوب کرنا خواہ وہ سچ ہو یا جھوٹ چنانچہ عالم کا
 قول کہ خدائی مانع سرسبز کیا اور جاہل کا قول بہارنی مانع سرسبز کیا اور
 زید آگیا (در حالیکہ وہ نہیں آیا) عالم کے نزدیک مانع سرسبز کی نیکی صفت خدا
 میں پائی جاتی تھی اوسنی اپنے عندیہ کی موافق اوسے خدا کی طرف منسوب
 کیا اور جاہل کے نزدیک صفت بہار میں پائی جاتی تھی اوسنی اوس کی
 طرف منسوب کیا اور لفظ عندیہ کے کہنے سے قضایا ہی کا ذریعہ ہی نہیں نکل
 ہے یعنی قابل کے نزدیک ثابت تھا کہ زید آگیا ہے گو فی الحقیقہ وہ جھوٹ
 بات ہی اوسنی کہہ دیا کہ آگیا ہے چونکہ نفی اثبات کی تابع ہوتی ہے اسلی
 منفی حقیقی عقلی بنی اسمیں داخل ہے دوسری قسم مجاز عقلی ہے اوسکی معنی
 میں ایک امر کو اوسکی ملائیس کی طرف ہناد کرنا اور یہ پہلی قسم کی برخلاف
 ہے چنانچہ کہتی ہیں پر نالہ بہت ہے حالانکہ ہنسی والا پانی ہے لیکن چونکہ
 پر نالہ اور پانی میں ملا سبت ہی اواسطی اوس کی طرف ہنا منسوب کر دیا

اور یہ محاورات میں اکثر شایع ہے اسی قسم سے ہی چراغ جلتا ہے حالانکہ
 بتی اور تیل جلتا ہی آگ جلتی ہے حالانکہ جلتی والی لکڑی ہی ہنڈیا کی ہے
 حالانکہ کپنی والی روشنی ہے جو اسکی اندر ہے مکت کہی سبکے قایم مقام
 کے ٹھہر لیتے ہیں چنانچہ صبا اگرچہ شگفتہ کرسی ہزاروں پوئل کیلئے غنیمت
 دل کو وہ کب کھلا جانی + نسبت کھلا نیکی صبا کی طرف مجاز ہے اور سی
 قسم سے ہے میر حسن فلک سے تو اتنا ہنسایا نہ تھا کہ جبکے عوض یون
 رلائی لگا بعض حکما کی نزدیکی اردنیائی کا موبخا فلک پر اور اونکا
 اعتقاد ہی کہ جو کچھ جہان میں ہوتا ہی سبکے ش فلکی سے ہوتا ہی اور وجود
 تعالیٰ شانہ کی وہ قابل نہیں اونکی نزدیک نہسانی اور ولانی کی نسبت فلک
 کی طرف حقیقی عقلی ہے اور بعض حکما کی نزدیک و مطلق ازید چون ہے اور
 فلک سبب اونکی نزدیک مجاز عقلی میں داخل ہے مکت مجاز عقلی میں
 جو کچھ ذکر کیا گیا ہی وہ خبر ہی میں منحصر نہیں بلکہ انشائیں ہی پایا جاتا ہے
 میر حسن ثنابی سے مجلس کو طیار کر + تو اس گل سے گھر رشک گلزار کر
 بنجم النساء شاہزادی برمنیر کو خطاب کرتی ہے ظاہر ہے کہ مجلس طیار کر نکلا

امریدر تفسیر کی ذات سے تعلق نہیں کہتا بلکہ اس کا کام خواصون کو امر کرنا ہے
 سوا اس کو جو خطاب کیا گیا تو اس سے یہی مراد ہی کہ اپنے خواصون کو حکم کر کے کہتے
 مجاز عقلی ہیں قرینہ صارفہ ضرور چاہی ہو جو حقیقی معنوں کی مراد لینی ہے مخاطب
 کو روک دی وہ قرینہ خواہ لفظی ہو خواہ معنوی۔ اگر کہا جاوی کہ یہ عجیب شے
 عشق نے مجھ پر ڈالا اور اگلے نے زید کا گھر ملا دیا علی ہذا التیاس اور ایسی بات
 داخل مجاز عقلی ہیں کیونکہ فاعل ہر ایک فعل کا ذات باری ہے سجا نہ و لقا
 پہر استین کوئی شخص ہی گفتگو کی وقت ان باتوں کا خیال نہیں کہتا کہ مجاز
 ہے اور اسکے واسطی قرینہ صارفہ ضرور ذکر کرنا چاہیے پس یہ قید کیونکر
 درست ہو سکتی ہے ہم کہتے ہیں کہ یہ درست ہی یا کثر اہل عرف جاہل ہیں فاعل
 حقیقی اور سبب کے درمیان فرق نہیں کر سکتی مگر جو لوگ دانش اور فکر
 مستقیم رکھتی ہیں وہ ضرور اس بات کا لحاظ رکھتی ہیں یا یہ کہ سبب قصور
 افہام کے حقیقت عرفی اس کا نام رکھنا چاہی یعنی عرف کی لحاظ سے حقیقت
 ہے ورنہ فی الواقع مجاز عقلی ہے

دوسرا باب احوال سند الیہ کے بی نہیں

نکست اس جملہ میں کہ زید کٹر اہی زید مسند الیہ ہے اور کٹر مسند
 الیہ کہی حذف ہی ہو جاتا ہے لیکن بشرط حذف کی یہ ہے کہ کوئی قرینہ ضرور
 ہونا چاہیے جو مسند الیہ کے حذف پر دلالت کرے اور حذف کسی کسی کا
 کے واسطی ہوتا ہے ورنہ وہ کلام کا رکن اعظم ہے اسکا حذف کرنا جائز نہیں
 سو کہی اس اعتماد پر کہ قرینہ عقلیہ موجود ہی عبت سی احتراز کر نیکی واسطی حذف
 کرتے ہیں چنانچہ کئی ہیں کیا حال ہے دوسرا کہتا ہی اچھا ہے دوسرے
 جملہ میں مسند الیہ یعنی حال محذوف ہی اور حذف اسلی کیا گیا کہ سوال میں کہ
 ہو چکا تھا اگر دوسری دفعہ اسکا ذکر کرتے تو عبت تھا اور عبت فصحا کی
 کلام میں جائز نہیں **نکست** کہی مسند الیہ کو حذف کر کی مفعول پر قضا
 کر لیتی ہیں اور فعل کو مجہول بنا لیتی ہیں چنانچہ کئی ہیں زید جنگ میں مارا
 گیا ہے فائدہ یہ کہ ہمیں یہ ہے کہ سامع کو فقط زید کا حال دریافت کرنا منظور تھا
 اور اس سے کچھ غرض نہ تھی کہ کسی مارا اس واسطی فعل کو مجہول پر بنا کیا یا مجہول
 بنانی میں یہ فائدہ ہوتا ہی کہ فاعل عالی شان ہوتا ہی اور مفعول کو قضا
 فاعل کے ذکر نہیں اسکی سبکی ہوتی ہے اسواسطی حذف کر دیتی ہیں چنانچہ

کہتے ہیں للوحیہ اسی کو سورہ و پانچ نعام ملا معلوم ہی کہ سرکار نے انعام یا
 مگر اس بخاطر ہی کہ سرکار کے نزدیک نعام کی مقدار اور اللہ کی قدرت کم
 سے لفظ سرکار حذف کر دیا گیا یا مجہول بنانی میں یہ فائدہ ہے کہ فاعل
 کم قدر ہوتا ہی اور مفعول عالی مرتبہ ہو اسطی فاعل کا ذکر نہیں کرتی چنانچہ
 کہتے ہیں بادشاہ قتل کیا گیا حالانکہ معلوم ہے کہ بادشاہ کو ایک دنی سپاہی
 قتل کیا ہے مگر مسئلہ کا ذکر کرنا اسو اسطی ہے کہ وہ اصل ہے یا اس قضیہ
 کی واسطی کہ قرینہ پر اعتماد نہیں ہوتا یا اس بات کی اظہار کی واسطی کہ سائے
 غیبی ہے سمجھ نہیں سکیگا یا اسو اسطی کہ اپنا مطلب بخوبی ظاہر ہو جائے
 یا استکذاذ طبع کی واسطی یعنی مسئلہ کا ذکر اسو اسطی کرتے ہیں کہ اسکی
 نام سی طبیعت کو لذت حاصل ہوتی ہی چنانچہ موصوفین رات کس کس طرح
 کہاں نہ رہتا پر وہ نہ لقا نہ رہتا ظاہر ہی کہ اگر لفظ نہ لقا میان کو نہ رہتا
 تو مطلب تمام تھا مگر اسو اسطی کر کیا گیا کہ طبیعت کو اسکی نام سی لذت
 حاصل ہوتی ہے سرشتہ تعلیم اضلاع شمال مغرب کے مبصر قیاتی ہیں کہ
 نہ لقا فاعل ہے میں کہتا ہوں وہ فاعل ہے اور فعل منفی کی تکرار اسطی ہے

کہ خلق اور صفا اثر ثابت ہو مہ لقاضیت ہم ضمیر کی اگر یہ مذکور نہ ہوتا اور
 نقطہ ضمیر پر کتنا کیجاتی تو یہی رست تہا نکتہ کہ کہی سند الیہ کو مقرر
 بنالیتی ہیں اور تعریف و سلی اضمار کی ساتھ کرتے ہیں اضمار کی معنی ہے
 ضمیر کرنا اور ضمیر مانا گیا ہے واسطی ہوتی ہے یا خطاب یا تحکم کی واسطی اور
 ہر ایک کے استعمال کا موقع علیحدہ ہے اصل خطاب کی یہ ہے کہ شخص معین کے
 واسطی ہو مثلاً لیں اسکی آئندہ نکتہ میں بیان ہونگی لیکن کہی غیر معین کو
 بھی مخاطب بنالیتی ہیں و ذوق نام منظر ہے تو فیض کے سبب
 پل بنا چاہ بنا مسجد و تالاب بنا مخاطب سمین کو فی شخص نہیں بلکہ عام
 اور ہمیں اس لحاظ سے ایسی موقعوں پر کیجاتی ہے کہ اگر خاص کر کی اور کسی شخص کا
 نام لیکر کلمات نصیحت آمیز کہیں تو احتمال ہے کہ وہ ناخوش ہو یا عام لوگوں میں
 مذہب و ثنائی اور قبول کرنی سی انکار کری ہو واسطی خاص کر کی کسیکو نہیں
 کہتی جو شخص طبع قابل رکھتا ہو وہ خود قبول کر لے گا اور یہ پند و نصائح
 کی موقعوں پر اکثر مستعمل ہوتا ہے نکتہ کہی باوجود ضمیر شتر کی بارزائی
 ہیں وجہ اسکی یہ ہے کہ جب ایک فعل افادہ نسبت کا کرنا ہی اور نہیں سامع کا

مرج کی طرف انتقال کرتا ہی پر ضمیر بارز آجاتی ہے تو سامع معلوم کرتا ہے کہ فاعل وہی ضمیر بارز ہی اور کوئی نہیں پس اس کے مکرر نسبت کی حامل ہوتی ہے **قطر** کرتے ہیں فکر عمارت میں بسر جو اپنی عمر کیا اٹھا کر اپنی سر پر وہ مکان بچا میں گے + لیجا میں گے میں ضمیر مستتر ہے جو فاعل کی طرف رجوع ہوتی ہے پس ضمیر بارز یعنی وہ کی کچھ ضرورت نہیں لیکن ضمیر بارز کی ذکر کرنا نہیں فائدہ ہے کہ سامع کو معلوم ہو جاتا ہی نسبت فعل کے بالضرور اس فی عمل کی طرف **نکلت** اکثر مسند الیہ کی تعریف علی کے ساتھ کرتی ہیں تاکہ مسند الیہ یعنی سامع کی ذہن میں حاضر ہو جانی پہلی علم کو ذکر کرتی ہیں پر ضمیر اس کی طرف رجوع کرتی ہیں نسیم دہلوی نے ان کو بکڑ کی روح افزا + بولی کہ کہ ہر کیا ادا + پہلی علم یعنی روح افزا ذکر کیا پر اسی ضمیر مستتر کا جو بولی میں ہے مرج ٹھیرا یہ نکتہ اصل یہ ہے کہ مسند الیہ معرفہ ہو لیکن کہی کہی ہی ہوتا ہی اور ہماری غرض یہ نہیں کہ فقط فعل کا ہی مسند الیہ کہیں بلکہ مبتدا خبر کو بھی مسند مسند الیہ کہتی ہیں اگر فرع کو اصل کی طرف رجوع کیا جائی یعنی نکرہ کو معرفہ بنا لیا جائی تو بہت چاہی

اور تعریف عام ہی ضمیر کے ساتھ کی جانی یا علم کی ساتھ لقب کنیت کے
 ساتھ ہی تعریف کرتی ہیں اور یہ کہہ ہی تحقیق کی واسطی ہوتا ہی فوق
 کیا جانی تیغ عشق کے لذت کو بوالہوس گوجون ملخ و حلق ہرید و منین مل گیا
 اور اسی قسم سے ہی غالب یہ کہا نکی دوستی ہی کہ بنی ہین دست ناصح ہو کولی
 چارہ زہوتا کوئی عکسار ہوتا + بوالہوس کنیت ہی اور ناصح لقب رہیہ نو
 تحقیق کی واسطی مذکور ہو ہین کہہ ہی علمیت ہی تحقیق کی واسطی آتی ہی چنانچہ
 منشی محمد لطیف صاحب نے ہین لطیف چہ غوش اب فیس ہی ہسیرا
 سوا میں مبتا ہی نہ کہی اسکو گر خطی تو پر کہی کہ کیا کہی + فیس کا ذکر یہاں
 تحقیق کی واسطی ہی یعنی میں بڑا دیوانہ ہوں میری سامنی اسکو شوکا دعوی
 نہیں کرنا چاہی اور کہہ ہی ظہار علمیت کا تعظیم نظم کی لہی ہوتا ہی حکیم مومن
 دہلوی شاعر تری غلامی کی لب و سہی خاک پائی بلال سفیدہ رخ فغفو
 چین فیض روں فغفو چین فیض روں حج عالی قدرا و شاہ ہین اسلمی مذکور
 ہوئی کہ خاک پائی بلال کے عظمت ظاہر ہو اور بلال کا اسلمی ذکر کیا گیا کہ ذات
 مدوح پیروں خدا صلا علیہ وسلم کی عظمت اور بزرگی بیان ہوا

کہی انہار علمیت جیران اور مشوش کرو دنیا سامع کا منظور ہوتا ہی چنانچہ
 چل محمد کا ہوا کام تمام + ظاہری کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رسول خدا صلی
 اللہ علیہ وسلم کو اپنی حقیقی فرزندوں سے زیادہ تر پیار کرتی تھیں اگر مگر سطح
 خبر دنیا کہ چل تیری بی بی کا کام تمام ہوا تو وہ تشویش و سکون ہوتی جو حکم
 ظاہر کرتے سی ہوتی اور کہی انہار علمیت کا محض تعظیم کی واسطی آتا ہی
 میرہ کسری کہ جسکا تما شوارس جہان میں + پری ہر گے او سکی محل آج
 سوتے یعنی وہ حبشہ کت و عظمت کسری جسکی عدل انشا و حشمت شہادت
 کا شور جہان میں تھا اور کہی انہار علمیت کا اتلذ و طبیعت کے لسی آتا ہی چنانچہ
 میر حسن میری نوجوان میں کہ ہر جادون پر + نظر تو فی مجہر کی بی نظیر
 ظاہری کہ بدون ذکر بی نظیر کی مطلب تمام ہو سکتا تھا مگر اسکی ذکر کرنی
 چونکہ ایک گوشت لذت حاصل ہوتی تھی سو اسکی واسطی او سکا ذکر کیا گیا تھ
 کہی سند الیہ کی تعریف اسماء الاشارہ کے ساتھ کرتے ہیں تاکہ وہ کمال میر
 ساتھ معین ہو جا چنانچہ میں وہ نہیں ہوں کہ تجہ بیت دل میرا
 پر جا یعنی میں ہرگز ہر جانو الانین ہوں کہی یہ اسم اشارہ تعظیم کے

واسطی آتا ہی میر حسن نہ چاہ دیکھنا نہ ہزار وہ + پڑی گوش میں شہر آؤ
 وہ + چاہ حسین بدر منیر کہ اپنی محبوب کا حال نظر آیا اور وہ ہزار اور اس کی آؤ
 سب غوبتے اور اس کی نزدیک مغز اور منظم تھی واسطی ایسا کہا گیا اور
 اس مدعا پر بخوبی دلالت کرتی ہے اور پایا جاتا ہے کہ اس کی آرزو تھی کہ یہ
 عالم دیر تک ہوتا نکلتا کہیں ہم اشارہ کی بعد لفظ جو یا کاف لائے
 ہیں اور وہ اس صورت میں موصولات کے حکم میں داخل ہو جاتا ہی ہو
 کسی قسم سے منجملہ اولیٰ ہیہ کہ جو احوال منہ الیہ سی مختص ہوتا ہی تھا
 اس علم نہیں کہتا اس کی سمجھا کے واسطی ذکر کرتی ہیں مومن وہ
 ہم میں تم میں قرار تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو + یعنی وہی عدہ نباہ کا
 تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو + بیان میں عدہ جتا ہی جو خفاطہ ترکم کی
 در بیان ہوا تھا اور فراموش ہو گیا سو یہ فراموشی بمنزلہ عدم علم کی
 ہے اور کہیں دوسرے کلام کی بنا کی واسطی آتا ہی غالب وہ خیر جبکہ
 لئی ہے ہمیں بہشت غریب + سو اسی بارہ کلفام و مشکبو کیا ہی + اور فرق
 دونوں میں بہت دقیق ہے لیکن اہل علم ہی ایسی نکتوں کی طرف مایل

ہوتی ہیں عام اہل زبان و نون کو ایک ہی سمجھتے ہیں اور جبکہ اور جو ایک ہی
 ہیں مگر پہلا مرکب جو اور اسکے سی اور موقع انکی استعمال کا الگ الگ ہے
 نکتہ کہی ہم اشارہ حذف کردیتی ہیں اور ہمیں ہی ایک تختہ ہی یعنی یا
 ترجمہ منظور ہوتا ہی مولف فایض ہوا ہی پر سو دیر غان و ان +
 پچارہ کیا کری جو نہ کعبہ میں دل لگی + قابل کا مطلب سے یہ کہ گویا
 ویسا کوئی اور پچارہ ہی نہیں د نہایت ہی مظلوم ہے یا نہ مت دو
 مرگنی پر ہی تغافل ہی آئی میں بیوفا پوچی ہے کیا دیر لیجا میں
 بیوفا سی دہی مطلب سے جو پچارہ سی تھا ایک صاحب کا یہ اعتراض ہے کہ
 ترجمہ یا نہ مت ہم اشارہ کے حذف کرنی نہیں پیدا ہوئی بلکہ لفظ
 ہی ایسی واقع ہو گئی ہیں کیونکہ پچارہ ہی خود ترجمہ پیدا ہوتا ہی اور بیوفا
 سی نہ مت ثابت ہوتی ہے میں ہی اس اعتراض کو تسلیم کرتا ہوں لیکن
 فرق یہ کہ حصر کرنا کہ الفاظ ہی ایسی ہیں ممنوع ہی البتہ اشتراک ہے
 یعنی الفاظ ہی ایسی ہیں اور حذف ہی انہیں ممنوع پر دلالت کرتا ہے
 نکتہ کہی سند الیہ کی تعریف اصناف کی ساتھ کرتے ہیں اور

اضافت کے یہ فائدہ ہوتا ہی کہ جو معنی بیان کرنے منظور ہوں وہ
 مختصر لفظ میں آدا ہو جائیں مثلاً زید کا گھوڑا یہ اس فقرہ کا مختصراً
 ہے یعنی وہ گھوڑا جس کا مالک یہی اور یہ فائدہ ہر ایک قسم کی اضافت
 میں ملحوظ ہوتا ہی اور اضافت کے ساتھ تعریف کرنا کہی تعظیم کی واسطہ
 ہوتا ہی چنانچہ کہتی ہیں میرا نوکر علی بنی القیاس آل رسول کی تعظیم
 واجب ہے غالب بہت سی عم گیتی شراب کیا کم ہے + غلام ساقی
 کو تر ہوں مجھ کو کیا غم ہے + اور کہی تحقیر کی واسطی میرا فتنہ کو بی بعد
 مرگ آیا + میر کی یار کی طرح دیکھو + اور یہ تحقیر مضاف الیہ میں ہے
 اسی طرح مضاف کی بھی تحقیر ہوتی ہے جیسا کہ کہتی ہیں یہ کچھ ہی کے
 ملازم چلے جاتی ہیں (درجائیکہ وہ کسی خیر حالت میں چلا جاتا ہو)
 اور کہی اضافت صرف حال بیان کرنیکی واسطی آتی ہے میر ستایا
 میر سیکس کو کہنے + کہ پر اب عرش تک جاتی ہیں نالی + اور اس اضافت کا
 نام اضافت توصیفی ہے **مکتہ** کہی اضافت تعظیم کے واسطی
 ہوتی ہے اور بعد اس کی ایک ایسا کلام بیان کرتی ہیں جو مذمت پر

شغل ہوا اس سے تعظیم تبدیل تحقیق ہو جاتی ہے چنانچہ میرے برآج
 میرے سید صاحب کے تھے امام + دین شریف ہوتی تھی کل جاننا زکا + سید صاحب
 کا امام ہونا ایک امر عظیم ہی دوسرے مصرع کی ذکر کرنی سی وہ تعظیم بدل
 تحقیق ہو گئی اور یہ اضافت منہ الیہ میں نہیں بلکہ اس کی متعلقات میں ہے
 اور جہاں یہ اتفاق ہوا کہ باب سے خارج کوئی قاعدہ بیان ہو اسی اور
 عینے اشارہ کر دیا ہی تاکہ اعتراض نہ واقع ہو اور اخیر میں تیسری باب کے
 اس کا مفصل ذکر کیا گیا ہے اسی قسم سی ہے ذوق راتو نگو نہ ہوتی
 کر اسی شیخ مناجاتی + سوتے ہوئے جو مکیں گے زندان خراباتی + اور یہ انشا
 اخبار میں بھی لیا ہی ہوتا ہی اور جیسا کہ یہی یادہ تیز منظور ہوتے
 ہے تو جملہ مصد بکاف یا جو یا جن یا جس جیسا موقع ہو مضاف مضاف
 الیہ کی بعد لاتی ہیں چنانچہ مولف واعظ شہر جو کل معنی عصمت
 آج سیخانہ سی نکلا تھا صراحی لیکر + اور کہی اضافت عبرت سامع کی
 واسطے آتی ہے ذوق عشق ہے اسی ذوق وہ کافر کہ جسکے ہاتھ سے +
 شیخ صنغان یا مسلمان زندہ بشر بنے + اسی قسم سی ہے میرے شریف

رہا ہی تمام عمر ہی شیخ۔ یہ میرا بوجہ کہ اسے شراعت نہ کا اور یہ یہ
 کے مفعول میں تھا اور یہ دونوں مثالیں تعظیم کی شق میں اسلئے نہیں
 مذکور ہوئیں کہ مقتضای مقام وقت جداگانہ تھے ہر سخن جابی و
 نہرکتہ مقامی ہا و پس اعتراض معترض کا محل نہیں نکلتا۔ اصلاً
 کہی باعتبار مجاز بادنی ملاست ہوتی ہے جیسا کہ کئی ہن ہمارے
 خوب آباد ہی۔ تمام دہلی پر اپنی مالکیت ظاہر کی باوجودیکہ متکلم ایک قطعہ
 کا اقطاع دہلی میں سے مالک ہے لیکن اس سبب کہ تھوڑی سی ملاست
 اوسکو دہلی کے ساتھ تھی اوس کے لحاظ سے ایسا کہہ یا نہ کہہ کہیں
 الینہ کرہ ہوتا ہی اور نہ کہہ کی معنی ہن شخص نامعین ہتکیہ کے واسطی اہل
 ہند کی تردیک کئی ایک لفظ ہن مثلاً کوئی ایک جو ہر وغیرہ اور
 ہر ایک کی استعمال کا موقع علیحدہ ہے۔ ہر اور جو اکثر حصے واسطی
 آتی ہن اور انکے مابعد کا لفظ حکم جنس کا پیدا کرتا ہی چنانچہ کئی ہن
 جو پیدا ہوا ہی مر گیا۔ ہر ایک کو مرنا ہی۔ اور حصہ کہی تکرار کلیہ سے
 ہی پیدا ہوتا ہی۔ پتا پتا گلشن کا تو حال ہمارا جانی ہے

اور تو کہدی ای گل جس سجے برگی اٹھا کرین + نکتہ تنکیہ
 سند ایسے کہی کوئی فرد منظور ہوتا ہی فوق اگر پوچی کوئی مجھے تو
 کیون نالان میں کمدون محبت سے محبت سے محبت سے + یعنی
 کوئی فرد پوچی نکتہ کہی تنکیہ تعظیم کے وسطی ہوتی ہے چنانچہ کہتی
 ہیں زید ایک علامہ ہے۔ کوئی خدا کا بندہ ملی تو مراد حاصل ہو نکتہ
 کہی تنکیہ سی مجدد یعنی نیا شخص مراد ہوتا ہی مومن کیسا ہوا آج کل
 تھا کیسا + نہ ہے تو کیسا نہ ہوگا کیسا + ہماری غرض پہلے مصرع سے
 ہے نکتہ اگر علم کو نکرہ کر لیا جاوی تو اس سے وہ معنی مقصود ہوتے
 ہیں حسین وہ مشہور ہو جیسا کہ کہتی ہیں میں کوئی خدا تو نہیں خدا
 علم تھا اور سکو نکرہ کر لیا اب اسکی یہ معنی ہوتی کہ میں صاحب قدرت نہیں
 کیونکہ خدا کی قدرت مشہور ہی غالب ریختی کے متین سناؤ نہیں
 ہو غالب کہتی ہیں اگلے زمانہ میں کوئی میر ہی تھا + کوئی میر کہتی
 ہے مدعا نہیں کہ میر کی کوٹا ہر میں لفظ اسی پر دلالت کرتی ہیں مگر
 نے الحقیقہ مطلب یہ ہی کہ کوئی شاعر پہلی ہی ہشاد گز چکا ہی نقطہ

بہتین استاد نہیں ہوا اور یہ شرف تہا رہی ہی لئی نہیں ایک حصہ
 فرماتی ہیں کہ مجھ کو اس سے اتفاق نہیں میرے کو ہوا سہی نکرہ کیا کہ غالب
 اوسکو دیکھا نہیں تھا میں کہتا ہوں کہ نصف مزاج آدمی خود نصفا
 کر لینگے میں اسی قاعدہ کے ایک مثال فارسی میں بھی لکھی تیا ہوں تاکہ دنیا
 وضاحت ہو جائے نظامی یا عمری برسر دوران فرست + عالی
 برسر میدان فرست یعنی عادل و شجاع کیونکہ یہ دونوں انہیں دونوں
 وصفوں میں مشہور تھے نکلت کہ بہی تنکیر تعجب کے واسطی ہوتی ہے
 جیسا کہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب حکیم فرماتی ہیں شعر لائی جا کر اوسی
 پرستان سے آدمی کیا میں اک بلا میں ہم + اک بلا کا لفظ ایک اعظم
 تعجب خیز بہ دلالت کرتا ہے نکلت کہ بہی تنکیر اس واسطی ہوتی ہے
 کہ مخاطب ایک امر کو جانتا ہی مگر اس پر عمل نہیں کرتا اوسکو مہینہ لانا
 کے تیر کر ایسا کہہ دیتی ہیں مولا نامہ محمد رکن الدین بکمل فرماتی ہیں
 اتنی ہی جفا تو کر نہ اسی بت + ہم بھی کسی خدا کی بندی - مخاطب جو
 ہم نہیں کرتا تو اوسکو جناتی ہیں کہ تیری عاشق میں تو کیا ہوا

آخر کسی خدا کی بندی تو میں پس بندگان خدا پر رحم کرنا چاہی ایک
 میری معصرا کا قول ہے کہ کسی جو غرض مصنف نگالی ہے طبیعت
 نہیں کرتی بلکہ کسی بیان مراد اسی ہے جو معرفت ہی جیسی دو بہائی
 حقیقی ترکہ پر لڑیں اور ایک نہیں ہے کہ ہم بھی تو آخر کسی باپ کی بیٹی ہیں
 یعنی اوی باپ کے بیٹے ہیں جسکے تم ہو میں کہتا ہوں کہ مقتضای وقت کہنا
 چاہی اس شعر میں بت اپنی حقیقت معنوں پر مستقل نہیں بلکہ استعارہ ہی
 وہ شخص جو مثلت کی ہی پرستیدگی میں اور جانتا ہی کہ میں ہی تو
 شکم ہی خدا کی بندی میں اور یہ ہی جانتا ہی کہ بندگان خدا پر خدا نہیں
 کرنی چاہی شکم نے اسکی حکم کو غنہ عدم علم کی تھیر لیا اور اسکو
 دلا کی خدا تبار رحم کا ہوا خداوند تعالیٰ جل جلالہ سورہ طہ میں حضرت
 موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے قصہ میں فرماتی ہیں قَالَ يَا كُنتُمْ
 لَا تَأْخُذْ بِالْحَقِيقَةِ وَلَا بِرَأْسِي تَرْجِمُهُ كَمَا هَارُونَ كُنْ بَهَائِي
 سے کہ اسی پیرمان جنی بہائی میری ڈالہی اور چوٹی ست کچھ ہارو کا
 یہ مدعا نہ تھا کہ بہائی کی ساتھ لڑی اور اسکو جتائی کہ میں ہی وہی

مان کا بیٹا ہوں جکا تو ہی بلکہ او سکومان کا رشتہ جیکانی سے اپنی بہن
 کو رحم دلانا منظور تھا ورنہ اسی طرح کہنا کافی تھا یا سوئی لانا خود مجھ پر
 ولا بر اسی کیا ضرورت تھی کہ علم کی جگہ نکرہ فرماتی اور نکرہ کو پر مضامین
 کر کے معرکہ بناتی اور یہ بھی معلوم ہی کہ علم مان خبی بہائی ہونیکا دو نوین
 مستحق تھا اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اعتراض معترض کی کچھ اصل نہیں
 صاحب سنج سلیم خود انصاف کر سکتا ہے نہ کہ تہنیک کہ مجھ پر
 تاکید کی واسطی آتی ہے چنانچہ کہتی ہیں زید کسی نہ کسی کام کی واسطی گیا
 ہوگا یا کہی کہی مراد حاصل ہو رہی گی معنی اسکے یہ ہیں کہ زید جانا
 ممکن ہے کہ بغیر کسی کام کے ہو مگر اس وقت کا جانا ضرور کسی مطلب کے لئے ہے
 اور یہ نکرہ صرف رفع امکان نہ کہہ کے لئی ہے دو دن مثالوں کے استعمال
 کا موقع جدا گانہ ہے اور تہنیک میں تعلقات میں ہی نہ کہ ہر کوئی اور
 ہر ایک جب طبیعت پر چھوڑ کر معنی میں متعل ہوں تو جو فعل اور کلمہ
 واقع ہوگا اور میں ہر فرد مشتمل ہوگا مثلاً خدا کو ہر کوئی جانتا ہی ہے
 اس جانتی میں ہر ایک فرد شامل ہے اور جب خلاف سبکی ہو معنی حصر

مقصود نہ تو فعل ہی ہر فرد کا مخصوص ہوگا مثلاً اپنی مطلب کی
 ہر کوئی کہتا ہی یعنی ہر ایک شخص جاگنا نہ طور پر کہتا ہی جو ایک کا مطلب
 ہے وہ دوسرے کا نہیں آدر کہی لفظ اپنے کو مکرر ہی لاتی ہیں اور کہتے
 ہیں اپنی اپنی حیثیت ہر کسی کو معلوم ہے اور یہ مکرر زیادہ ہے مکتہ
 کہی اضافت نوعیہ ہوتی ہے چنانچہ کہتی ہیں کسی کام کی واسطی آیا ہوں
 یعنی ایک نوع کی کام کے واسطی مکتہ کہی سند الیہ موصوف ہوتا
 ہے اور یہ صفت کہی قید اتفاقی ہوتی ہے اور کوئی غرض اوس سے
 متعلق نہیں ہوتے غالب یہ رنج کہ کم ہے می کلام بہت ہے
 منظور مکمل کو می ہے خواہ کسی رنگ کی ہو کلام قید اتفاقی ہے اور کہی
 صفت تخصیص کے لئے ہی ہوتی ہے ذوق ذوق زیبا ہی جو ہو
 ریش سفید شیخ پرہ و سہ آب ہنگ سی مہدی می گلرنگ سے پڑمی
 عام بیان مطلوب نہیں بلکہ خاص جو سرخ رنگ کی ہو اور مہندی کا
 کام دے سکے اور آب ہنگ سی ہی علی ہذا القیاس آب مخصوص جو سبز
 ہو مطلوب ہے تاکہ وہ کام دی اور کہی صفت محض واسطی مقابلہ کی

ہوتی ہے میری دم صبح بزم خوش جہان شب غم سی کم نہ تھی مہربان⁺
 کہ چراغ تھا سو تو دود تھا جو تپنگ تھا سو غبار تھا + دم صبح محض
 تھا بلکہ شب غم واقع ہو اسی دس اور کوئی غرض نہیں اور یہ طرف ہے
 کہی صفت استہزائی واسطی آتی ہے غالب جرحہ تحفہ الماس
 ارغوان داغ جگر پر یہ + مبارک باد اسد غمخوار جان ورنہ آیا دکھا
 استہزائی واسطی موصوف حذف کر کے غمخوار کو جو صفت ہی فایم مقام
 موصوف کی تیسرا لیا مکتہ تاکید تقریب کے واسطی آتی ہے یعنی اسکا
 مفہوم مخاطب کے ذہن میں ثابت و متحقق کر دینا اس حیثیت سے کہ گمان غم
 کا اور میں احتمال ہو فوق جینا ہمیں اصلاً نظر نہ آتا مگر آج
 ہی وہ شک میں آئیں آتا + اصلاً تاکید کی واسطی واقع ہو اسی اسنے
 مخاطب کے ذہن میں متحقق کر دیا کہ جینی کا مفہوم ہرگز ظہور میں نہیں آوے گا
 اور اس گمان کو رفع کر دیا جو مخاطب کے دل میں تھا کہ شاید یہاں لفظ بہہ
 مضمون واقع ہو اسی کہی تاکید رفع تجویز کی واسطی ہی آتی ہے چنانچہ
 بادشاہ سلامت خود بدولت فرمائی ہیں + میں خود دہان گیا تھا چنانچہ

جایز سمجھتا تھا کہ شاید بادشاہ کی وزیر یا نایب نے ایسا حکم دیا ہو گا یا
 تسلیم نے کسی آدمی کو بھیجا ہو گا خود کہنے سے وہ تجوز رفع ہو گیا کہہی دفع
 سہو واسطی بھی آتی ہے اور یہ تکرار لفظ کی ساتھ ہوتی ہے مثلاً
 زید یکا ایک آ جاوی تو کہا جاوی آئیے حضرت آئیے اسکے استعمال کا
 یہ موقع ہے کہ متکلم منظر کہے آنیکا ہو اور زید کے آنے پر اوسکو ملنا
 ہو جائی کہ شاید یہ وہی کبر ہے مگر بعد صورت دیکھنے کی اوسکو معلوم
 ہو کہ یہ میرا مدعا نہیں اور محسوس ہو گیا پس اوس نے ہنسی سے رفع
 کرنے کے واسطی ایسا کہتے ہیں اور اس مثال کے استعمال کے اور یہی مواقع
 ہیں چنانچہ اہل زبان خود واقف ہیں کہہی تاکید دفع عدم شمول کی لہجہ
 آتی ہے یعنی مخاطب گمان کرتا ہو کہ جائز ہے کہ کوئی فرد اس حکم میں مل
 تو متکلم اس عدم شمول کے گمان کو رفع کر دیتا ہے میرے لئے صبر
 ہوش و تاب تو ان + لیکن + دفع دل سے تو نکلیا + مخاطب کے گمان
 کہ شاید چاروں چیز و منین سے کوئی ایک چلی گئی ہوگی مگر سب کے کہنے
 سے وہ گمان رفع ہو گیا انصاف یہ ہے کہ رفع تجوز اور اس میں کچھ

فرق نہیں نکلتے فائدہ بدل کا زیادہ واضح کر دینا مدعا کا ہی
 اور تجدید نشاط سامع کی۔ کیونکہ پہلی حیثیت ایک عبارت مجمل سی
 ہوتی ہے تو سامع کا ذہن مشتاق ہو جاتا ہے کہ دیکھا جائیے مکمل
 کیا بیان کریگا پھر حیف کر دیا جاتا ہے تو سامع کو ایک لذت حاصل
 ہوتی ہے مثلاً شہزادہ آلفرڈ آلفرڈ بدل ہے شہزادہ کے اور شہزادہ
 سہل نہ ہی حب پہلی تکلم نے شہزادہ کا لفظ کہا تو سامع کو شوق
 پیدا ہوا کہ دیکھا جائیے کس شہزادہ کا ذکر کریگا جب نام معلوم ہو گیا
 تو وضاحت ہو گئی اور سامع کو نشاط حاصل ہوئی **دقیقت**
 بدل اور تفسیر اور صفت میں فرق ہے بدل کا بیان تو اوپر گزر چکا
 تفسیر سے یہ مراد ہی کہ پہلے ایک عدد مبہم بیان کرتے ہیں بعد اُسکے
 اُسکی تفسیر مثلاً پانچ روپیہ یا پانچ آدمی علیٰ ہذا القیاس پانچ ایک
 عدد مبہم تھا روپیہ یا آدمی کہنی سے اُسکی تفسیر کر دی گئی پس روپیہ
 مفسر (فاعل) اور پانچ مفسر منہ اور صفت مقدم کی بعد جو
 موصوٰفہ موصوٰفہ آتا ہی اوسمیں ہی القیاس ہونا ہی کہ شاید یہ بدل ہے

مگر وہ علیحدہ ہے اور یہ علیحدہ صفت مقدم کی مثال ہے، لہٰذا
 وہ بلوی وہ سبزہ بانغ خواب ام + یعنی وہ بکالی گل اندام + منبر
 بانغ خواب ام صفت مقدم ہے بکالوی کی اور گل اندام صفت منبر
 اضافت تو صیغی موجب محاورہ اردو ساقط ہو گئی مقرر صحت
 فرماتی ہیں کہ تینوں ترکیبوں میں صاحب صفت کچھ فرق بیان
 نہیں کیا تا کہ متبادیوں کو پورا فائدہ ہوتا میں التماس کرتا ہوں کہ
 اعتراض قلت تامل کے وجہ سے ورنہ مینی تینوں کی تعریف بیان
 کر دی ہے مکتبہ کسی بدل مرح کی واسطی آتا ہے غالب قلم چشم و
 دل بہادشاہ + منظر ذوالجلال والا کرام + اس مثال میں صفت مقدم
 اور بدل درجہ میں فرق واضح نہیں معلوم ہوتا میں اس مثال سے
 کہ محی الدین محمد اور نکتیب عالمگیر بادشاہ غازی فرق میں معلوم
 ہو گا عالمگیر اسم محی الدین بدل اول در نکتیب بدل ثانی بادشاہ
 صفت اول در غازی صفت ثانی اصل قاعدہ بدل میں ہے کہ
 بدل نہ بدل کے ساتھ کیفیت خصوصیت آتا ہو مینی بدل

کا ذکر کریں تو اکثر اوقات اسکی ساتھ تبدل منہ بھی کر لیا کریں
 اکثر اوقات کہنی سے یہ فائدہ ہے کہ اگر التزام کر لیں اور ہمیشہ ذکر کیا کریں
 تو وہ ہنر از جزو علم کی ہو جائیگا پہراوسکو بدل کہہ سکیں گے اگر اکثر
 اوقات مذکور ہو تو وصف مقدم اور بدل میں کچھ فرق ہوگا غرض
 بدل کی ساتھ یہاں تک مختص ہو کہ حکم لقب یا کنیت کا پیدا کرے
 عام صفات کا ذکر کرنا جب سے ہر ایک آدمی واقف ہو صفت موخر ہوگا
 نہ بدل اور یوں ہی کہہ سکتی ہیں کہ صفت عام ہے اور صحت خاص نسیم کی
 شعر میں مقام مقتضی صحت نہیں اور غالب کے شعر میں ہے حکمت
 اردوز با نہیں بدل کل آتا ہی بدل بعض نہیں آتا اور یہ ان غلط وضع
 کی کلام میں واقع نہیں ہوتا اگر ہوتا ہی تو وہ عمدا لاتی ہیں اور اسکا
 تدارک لفظ نہیں یا بدل کے ساتھ کرتے ہیں اور بدل غلط کی بیٹھنے
 ہیں کہ پہلے ایک حکم کا ادا کریں پہراوس حکم کو عمدا غلط ٹھیکے ایک
 اور حکم اسکی واسطی ثابت کریں اور یہ صحت اور ذمہ دونوں کے واسطی آتا ہی
 سودا گل ہنیکے ہی اردن کی طرف بلکہ شریہ ، اوخانہ براندازہ

کچھ تو ادھر ہی + پہلی گل پسینے کا حکم لگایا پراسے بڑھ کر پسینے کا
 حکم لگایا اور اسکو اضراب ہی کہتی ہیں یعنی ایک صفت کو خواہ وہ
 اعلیٰ اور کمال میں ہو بچہ ذہن میں ناقص نہیں کی اس سے اعلیٰ کی طرف
 ترقی کرتا اور بدل غلط کہی غلط فہمی سامع کو رفع کرنے کی لسی آتا ہی
 میرزا غالب نہیں کہ محکو قیامت کا اعتقاد نہیں + شب
 فراق سی روز جزا زیادہ نہیں + سامع فی غلط سمجھا تھا کہ تسکلم کو
 قیامت کا اعتقاد نہیں سواس فہم غلط کو رفع کرنے کی وسطیٰ کہی
 اور کلمہ اضراب یعنی بل سر صرح دوم سی محذوف ہی نکت
 فایده عطف کا یہ ہے کہ کہی مسند الیہ کی تفصیل کرتا ہی اختصار
 کی ساتھ چنانچہ زید اور عمر واد بکر آیا مسند الیہ تین ہیں اور مسند ایک
 اور یہی اختصار ہی اور کہی مسند کی تفصیل کرتا ہی اختصار مسند الیہ کے
 ساتھ چنانچہ زید فی کہا نا کہا یا اور پانی پیا مسند دومین اور مسند الیہ
 ایک کہی باوجود عطف کے مسند مسند الیہ دونوں کو وحدت اور جمع میں
 بنا لیتی ہیں جیسا کہ کہتی ہیں زید اور عمر واد بکر تمیون آئے تمیون

مفسر منہ ہے اور تینوں علم اور سبکی مفسر ہیں مفسر اور مفسر منہ ملکر
 سند الیہ و حد بلکی اور سند ہی و حد ہے پس یہ دونوں ایک صوت
 کی ہو گئی اور کلمہ ہی جب دوسرے علم کے مابعد آجائے تو معطوف معطوف
 علیہ کے حکم کو جو اختصار سند یا سند الیہ کا ہے کہی بجالا کہتا ہی اور کہی
 ساقط کر دیتا ہی اسقاط کی حالت میں ہر ایک فعل اور فاعل کو لفظاً
 علیحدہ جملہ بنا دیتا ہی چنانچہ کہتی ہیں زید آیا عمر وہی آیا یہ عطف
 ایک جملہ کا ہے دوسرے جملہ پر لفظ مع معنی سمیت کی آنے سے حقاً
 سند بجالا ہوتا ہی چنانچہ زید مع عمر اور کبر کے آیا **دقیقہ**
 مع اور اور دیگر کلمات عاطفہ مطلق جمع کی واسطی آتے ہیں
 یعنی ثابت کر دیتے ہیں کہ جو حکم معطوف علیہ کا ہی ہی معطوف کا
 ہے بدون لغزش تقدیم و تاخیر و سمیت کی **دقیقہ** پھر ہی حرف
 عطف کا ہی مگر اس میں تعصب ملحوظ ہوتی ہے یعنی ثابت کر دیتا
 ہے کہ مابعد نسبتاً قبل کی موخر ہی پس کہا تا پنا مثال میں ہیں پہلے
 واقع ہوا اور سونا پھر ہی برعکس اسکے مثلاً زید نے کہا نا کہا یا اور پنا

پیا پر سورا۔ کلمہ آیا اور کاف جو تروید کی واسطی آتا ہے حرف طاف
 میں سے شمار کیا جاتا ہے **نکست** کہی عطف شک یا تشکیک سامع
 منظور ہوتی ہے چنانچہ کہتی ہیں کہ زید آیا ہی یا عیور۔ آنا تو کسی ایک
 ثابت ہی لیکن پتھنیں نہیں کر سکتے کہ جو آیا ہی وہ زید ہی یا عیور
 اور کہی عطف سے تخیل مراد ہوتی ہے یعنی مخاطب کو مختار کر دینا کہ دونوں
 میں سے جسکو چاہے اختیار کری چنانچہ کہتے ہیں تہاں کے لو یا روپیہ اور
 کہی اباحت کی واسطی عطف کر دیا جاتا ہے چنانچہ کہتی ہیں قلم
 مانگتی ہو یا دوات فرق ان دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ تخیل سے
 ثبوت حکم کا تہاں ہر ایک کے واسطے ہوتا ہے یعنی اگر تہاں لو تو
 روپیہ نہ لو اور روپیہ لو تو تہاں نہ لو پس اسکی واسطی علیحدہ حکم ہے
 اور دوسری واسطی علیحدہ برخلاف اباحت کہ اس میں جمع جاتی ہے
 ہے یعنی دونوں کو منظور کر لو تو ہی جائز ہے لیکن یہ مضمون بدل
 لفظ سے نہیں حاصل ہوتا بلکہ قرنیہ خارجہ سے ثابت ہوتا ہے
نکست کہی سند الیہ مختلف ہوتی ہیں یعنی ایک مذکر و سراسر

اس صورت میں تنازع افعلیں واقع ہوتا ہے یعنی مذکر تو قضا کرتا
 ہے کہ فعل مذکر مذکور ہو اور مونث مقتضی ہے کہ فعل مونث واقع ہو پس
 خیال کر لیتا چاہی کہ جو فاعل فعل سے قریب ہو اسی کا حکم لگانا چاہی
 مثلاً زید اور ہندہ آئی اور ہندہ اور زید آیا پہلی مثال میں مونث
 فعل سے قریب تھا اسی کا اتباع مقدم سمجھا گیا اور دوسری مثال میں
 مذکر قریب تھا اس واسطیٰ فعل مذکر مذکور ہوا مگر فارسی میں اگر کمال
 اتحاد منظور ہوتا ہے تو معطوف اور معطوف علیہ پر اکتفا کرتے ہیں اور
 مسند کو حذف کرتے ہیں چنانچہ مولف من پر ہینر نا صحت
 شکل کا فرمائی جانا آن رخ روشن ندیدی کاش میدیدی
 ہندی میں ہی یہ قاعدہ جاری ہے مگر روابط میں بعض اوقات
 مذکور ہوتے ہیں اور اس میں محذوف اور بعض اوقات معطوف علیہ
 جملہ سالم اور معطوف فقط مسند الیہ مذکور ہوتا ہے اور فائدہ اس سے
 کہی استبعاد ہوتا ہے **ذوق** ہم ہون اور سایہ تری کوچ کی دیوار
 کا کام جنت میں ہے کیا ہے گنگا رو کا ۱۰ اس میں معطوف علیہ

اور کبھی تحریف تریب کے واسطی آتا ہی چنانچہ شعر اگر اکی نو بت شب وصل بولا
 چہری اور مرغ سحر کا گلو ہی + اس موقع پر عطف مفید یعنی حصہ یعنی سوا کے
 کچھ نہیں صرف چہری اور گلو ہے اس حصہ جو عطف پیدا ہوا تریب و
 تحریف پیدا ہوتی ہے اور کبھی التزام کی واسطی آتا ہے غالب تو اور سو ہی غیر
 نظر نامی تیز تیز + یاد رکھ تری مرثہ نامی راز کا + یعنی تیری واسطی لازم ہی ہوئے
 واسطی یہ اور کبھی حصہ کی واسطی آتا ہے چنانچہ کنتی ہن گہریاد فتر یعنی چنانچہ
 مقام ملاقات پوچھا تو مکالم نے جواب دیا کہ گہریاد فتر یعنی حصہ کہ ان دونوں میں
 کسی ایک جگہ ملاقات ہوگی تیسری جگہ نہیں بلکہ سند الیہ کا مقدم کرنا اسلی
 ہے کہ اسکا ذکر اہم ہے اور وہ اصل ہے اور اس کے عدول کا کوئی تقضی نہیں چنانچہ
 زید خوش ہے اور کبھی تقدیم ہو واسطی ہوتی ہے کہ سامع کی ذہن میں خبر کی تکمیل
 ہو کیونکہ سند الیہ کو مقدم کرنا ایک قسم کا شوق دلاتا ہی اسی لہٰذا کنتی ہن کہ
 سند الیہ تطویل کا مستحق ہے کیونکہ اگر کوئی چیز بعد شوق اور انتظار کی حاصل ہو تو
 اسکی تکمیل زیادہ ہوتی ہے مثلاً میر دل بھی اوس گلی میں لجا کر + اور بھی خاک
 میں ملا لایا + یہ اس صورت میں ہی لجا کر سی قطع نظر کر کے ملا لایا کا فاعل

دل کو قرار دین اور لیجا کر سی اسلمی قطع نظر کیا گیا کہ تطویل بخوبی ثابت ہو گیا
 منشی محمد لطیف صاحب نے وقایع میں ایک نیا تبحر و تحریر و کلام
 ہفتہ راجکل یا قندی لوگ وارد لاہور ہیں۔ ہمارے دیکھنے میں اور جھگڑنے
 میں کچھ فرق نہیں۔ دشت انکی جبرہ نمایان ہے تیز انہیں نہیں۔ بات انکی سمجھ
 میں نہیں آتی الخ یہ فقرہ ہوا سہی لکھا گیا کہ نظم میں تقدیم و تاخیر کا حل ضرورت
 پر ہوتا ہی اور میں نہیں ہمارا مدعا اون لفظ سی ہے جو ہمارا اشارہ کا قبل واقع
 میں اور نظم کی مثال یہ ہے ذوق کہتی کیا کیا ہیں دیکھ تو غیار + یار تیری حمایتوں
 سے محبی جو کہ اہم بیان گفتگوی اغیار تھا اسی کو مقدم کر دیا اور تقدیم سند کی
 ہے اور کہی مفعول اور تعلقات سند الیسی غرض کے واسطی مقدم آجاتی ہیں
 میر کہنا کہ کم کلی نے سیکھا ہی اوسکی آکھوںک نیمخوبی سی + جو کہ مقصود متکلم کا
 کہ کم کہنا بیان کرتا تھا اسی ہی اوسکو مقدم کر دیا اور مثال تقدیم مفعول کی
 ہے ایضا میر شریف کہ راہی تمام عمر ای شیخ + یہ میراجگہ ای شہر خجائہ
 کا + مدعا یہ کہ عظمت قدران سابق بیان کیجائی سو وہ شریف کہ بتی سے
 پائی جاتی تھی ہوا سہی اوسکو مقدم کر دیا + تعلقات کی مثال یہ ہے میر دلیر

ولین کہ معمار قضا سی بتک ایسا مطبوع مکان کوئی بنایا نہ گیا + اگر اس
 بھی یادہ بہت منظور ہو تو اسکو تکرار ذکر کرتے ہیں چنانچہ اسی مثال میں ظریف
 دل و دفعہ واقع ہوا **نکست** مقام تقدیس و تفخیم میں سند یا سند الیہ
 بالضرر و محذوف ہوتا ہی حکیم **موس خان دیلوی** اللہ کے تیری بی نیازی +
 بقول کج بد قولن لایا + معنی نہ ہے کہ اسی اور آبی اصل اور انکی فرع سی بی اور تو
 اور اسی اور آلف جو بعد علم کی آتا ہی حروف اندیہ ہیں اور نڈا کی معنی ہیں کیکو
 اپنی طرف بلانا اور کیکو بلاتی ہیں اسکو منادی کہتی ہیں منادی میں اصل یہ
 ہے کہ حرف نڈا اندیہ کی بعد نقل واقع ہو چنانچہ اصل میں یہ قاعدہ مرعی ہے
 اسی میں ہی اور فروع اور لاف ہمیشہ منادی کی بعد واقع ہوتے ہیں اور آو کی
 دو حالتیں ہیں کہ بی تقدیم اور کہ بی تاخیر اور منادی کی بعد جو جملہ واقع ہوتا ہی
 اسکو مقصود بالند کہتی ہیں چنانچہ اسی زید اور آہر آ۔ اس مثال میں آہر
 حرف نڈا کا ہی اور زید منادی اور آہر مقصود بالند آج بجا نا چاہی
 کہ شعر مذکور میں نڈا اور منادی اپنی اصلی معنویں محمول نہیں ہیں بلکہ کلمات
 تقدیس کے قایم مقام ہیں یعنی تعالیٰ اللہ یا اللہ اکبر تیری بی نیازی بہت

بڑی ہے ترکیب اسکی یہ کہ تیری مضاف بی نیازی مضاف الیہ مضاف
 معہ مضاف الیہ کی مبتدای اور بڑی ہے اسکی خبر پس سند اسہین محذوف
 اور صریح لاحقہ بیان ہے بی نیازی کا علیٰ ہذا القیاس شعر دیکھ آئینہ جو کہتا ہے کہ
 اندر کین + اوکا میں جاہنی + لاہون بقا واہ ری من + اندر سی من
 قائم مقام اندر کے معنی مذکور ہیں مبتدایہ احسن ہوں اسکی خبر جو محذوف
 ہے یہ تو تقدیس کی مثال ہے اب تغنیم کی مثال عجیبی ذوق بل بے اتغنا کہ
 وہ بیان کرتے آتے رکھی + اُف سی بتیابی کہ بیان توحی ہی نکلا جائے ہے
 یعنی اسی اتغنا تیرا اثر سخت درپے اور اسی بتیابی تیرے تاثیر کا لفظ بل اُف
 استغنا اور بتیابی کی تاثیر کا کمال اظہار کرتا ہے جملہ مای مصدرہ بجا ف ازلی تاثیر
 کا بیان ہے بیان ہی علیٰ ہذا القیاس مبتدایا خبر دونوں میں سے ایک محذوف
 اور بل ہندی بامنین ہو کہ کہتی ہیں اور اُف ایک لفظ ہی الفاظ اصوات میں
 سے اس کے کچھ معنی ہیں جیسا کہ کوئی کی آواز کو کائین کائین اور نیکل کی آواز
 کو غنین غنین مرغی کی آواز کو قاقا کہتی ہیں ایسا ہی انسان جو شدت درو
 افسوس یا عجب کے حالت میں صوت زبان سے نکالتا ہے اسکو اُف کہتی ہیں

اور کہا سنی کی آواز کو اُہ اُہ یا اُخ اُخ کہتے ہیں **مکمل** بعض اوقات سنی
 سند الیہ و لون محذوف ہو جاتی ہیں اور مفعول پر اکتفا کیا جاتا ہے اس مفعول
 پر قرینہ جو حذف پر دلالت کرے حالت موجودہ ہوئے مثلاً آدمی کہا نا کہا تا
 اور حاضر الوقت سی کہی پانی روٹی سالن لاجو فعل یا فاعل ہے حذف ہوا اور
 روٹی وغیرہ اسکا مفعول باقی رہ گیا اور حذف سند الیہ کی بیشال ہے **شعر**
 سنا یوسف کے حسیناں جہان ہی کی + ایسا ہنیل طرح دانہ و مکینا سنا + سہین
 ہر ایک فعل کا فاعل محذوف ہے مکملہ تحذیر میں ہی سند الیہ حذف ہو جاتا ہے
 اور تحذیر کی معنی ہیں کسی چیز سے خوف دلانا تاکہ اس کی گزند سے بچیں جیسا کہ
س ہٹو فلک کی تلی سے ہم آہ کرتی ہیں + ہٹو کا فاعل مذکور نہیں اور کہی
 سند و سند الیہ و لون کو حذف کر کے محذوفہ پر اکتفا کرتی ہیں اور مکملہ
 ہیں سناپ سناپ یعنی سناپے بچو اور محذوفہ ہے ہی جس سے خوف دلانے
مکملہ کہی مقام مدح میں ہی سند یا سند الیہ کو حذف کر دیتی ہیں تاکہ کمال
 عظمت و بزرگی پر دلالت کری **غالب** یہ سایل مضمون بہ تر بیان
 غالب تجھی ہم ولی سمجھتی جو نہ بادہ خوار ہوتا + ہماری غرض پہلے مصرع سے

میر حسن اپنے مثنوی سحر البیان میں اس قسم کی بہت چنانچہ برات کی تکرر
 کے بیامین لکھا ہے **۵** وہ دولہا کا سند پر آئینہ ہوا برابر برقیوں کا جا بٹھنا
 علیٰ ہذا القیاس بہت سی ایسے شعر میں جن میں خبر کلیۃً محذوف ہی نکتہ حب سند
 اور سند الیہ کی ساتھ نفی مذکور ہو اور ابتداء میں سور کلیۃً واقع ہو تو کلی کا ایجاب
 رفع کر دیتی ہے اور بعض کی نسبت ثبوت فعل کا اور بعض کی نسبت نفی کر دیتی ہے
 مثلاً ہر ایک دل عشق کی قابل نہیں ہوتا ایجاب کا ہٹنا کہ ہر ایک دل عشق کے
 قابل ہوتا ہی جب نفی مذکور ہو تو معلوم ہو گیا کہ بعض دل عشق کے قابل نہیں
 اور بعض نہیں ہوتے پس حقیقت میں یہ نفی سند سند الیہ دونوں کو شامل ہے
 اگر تہما سند پر واقع ہو تو کلیۃً افادہ سلب کرتی ہے چنانچہ مفلس کچھ غم نہیں
 رکھتا کچھ سو ہے۔ ان دونوں قاعدہ و مین فرق یہ ہے کہ پہلی میں ایک کلی
 بیان کی گئی تھی پھر اس کا سلب کیا گیا تھا اور دوسرے میں اثبات نفی کا ہے
 کل فرد کو واسطی یعنی جو مفلس ہے اس کو کچھ غم نہیں یہ مین اس سے پایا جا کہ
 بعض مفلس غم رکھتی ہیں اور بعض نہیں طالب کو اس کی سمجھنے میں زیادہ تردد
 اس جہت سے واقع ہوئی ہوگی کہ مہنی بیان کیا ہے کہ نفی مثال اول میں سند

دونوں کے وسطی شامل ہے اور مثال دوم میں تنہا مسند پر سو اسکی تفسیر ظاہر ہو
 ہے کیونکہ اہل زبان جہاں نفی کا موقع ہو گا وہیں بولیں گے اور تقدیم و تاخیر کی
 کچھ قید نہیں لگائیں گے اس صورت میں چاہئے کہ ترتیب کا لحاظ رکھیں **واقعہ**
 موجب کلیہ یہی جسمیں ایسا یعنی اثبات پایا جاوے چنانچہ ہر ایک انسان جو **ک**
 اور کلیہ سالبہ وہ جسمیں سلب یعنی نفی پائی جاوے چنانچہ کوئی انسان تہہ نہیں **س**
 کلیہ و جزئیات میں جو لفظ حصہ پر دلالت کرتا ہے اسکو منطقیوں کی اصطلاح میں
 سو کہتی ہیں اور وہ جاری بنامین یہ ہیں جو کوئی ہر ایک کوئی سب کوئی
 کوئی اور انکی منفی اور کچھ کچھ اور کوئی اور کوئی نکلوی اور نکرہ اور جنس
 میں فرق یہ ہے کہ نکرہ میں ہر فرد پر حکم لگایا جاتا ہے چنانچہ کہتی ہیں کوئی
 وانا ایسا کام نہیں کرتا اور جنس میں اور حقیقت پر حکم لگایا جاتا ہے چنانچہ کہ
 آدمی نہیں بن سکتا یعنی گدھی کی ماہیت آدمی کی جنس بن جانا بعید ہے
نکتہ تقدیم مسند الیہ کی معطوف و معطوف علیہ پر زیادہ تخصیص مسند کا
 فائدہ دیتی ہے یعنی معلوم ہو جاتا ہے کہ مسند میں بالتخصیص یہ امر پایا جاتا ہے
ذوق کیا صوفی ہو کیا می کش قابل سیر و بون میں کیا بیان عطف کا

فائدہ دیتا ہے **نکتہ** جب اور سند الیہ منفی واقع ہوں اور ضمائر گاہ نہ ہیں
 کوئی ایک نہیں موجود ہو تو بعض کی نسبت ثبوت فعل کا اور بعض سی انکار اور میں
 منظور ہوتا ہے اور اسی جملہ کی بعد اضراب ضرور ہوتا ہے لفظی ہو یا تقدیری مثلاً
 مینی نہیں کہا یا یعنی بلکہ کسی اور نے کہا یا ہی اس میں اپنی نسبت انکار ہے اور غیر کی
 نسبت ثبوت اگر لفظ ہی جو مفید معنی حصہ ضمیر کے ساتھ ملحق ہو تو اس کی صورت میں
 ہیں اگر بعد اس کی اضراب واقع ہو تو اثبات بالاشتغال منظور ہوتا ہے مثلاً مینی
 ہی نہیں کہا یا یعنی بلکہ زید نے ہی کہا یا ہی اس میں ثبوت فعل کا اپنی نسبت اور
 غیر کی نسبت بالاشتغال منظور ہے اور اگر اضراب نہ ہو اپنی نسبت حصہ نفی فعل کا
 اور غیر کی نسبت ثبوت منظور ہوتا ہے چنانچہ کہتی ہیں مینی ہی نہیں دیکھا یعنی
 اور سب نے دیکھا ہی فقط مینی ہی نہیں دیکھا مگر اس میں فقط یا صرف وغیرہ کا لفظ
 ہی ضرور ہوتا ہے اور موقع اس کا اسم اشارہ ہی پہلی ہے اور اگر جملہ منفیہ میں لفظ
 خود یا آپ ضمیر کی ساتھ ملحق ہو تو اس کی تین حالتیں ہیں یا تاکید مثلاً میں
 خود قبول نہیں کرتا یعنی تم بھی قبول کرنی سے کیا روکتی ہو میں خود قبول نہیں
 کرتا یا انکار اپنی نسبت اور ثبوت دوسرے کی نسبت مثلاً میں خود وہاں نہیں گیا

یعنی بلکہ یہ انوکھا گیا تھا۔ یا وقوع فعل میں اثبات تحریک غیر مثلاً میں خود نہیں
 گرا بلکہ زید میرے گرنے کا محرک ہوا اور دوسری جگہ گرا یا ان دونوں اخیر کی حالت
 میں کلمہ اضرب اسکی بعد ضرر رہتا ہے **مکتہ** ہی بکسر الہاء و سکون الباء
 کبھی حصر کے واسطی آتا ہے اور یہ حصر کبھی مخاطب کا فائدہ دیتا ہے جو مشارکت
 غیر کا نعم بکتاب ہو نسیم تیرا ہی تو ہے فساد مردار + داماد کو گل دیا مجھی خار +
 یعنی اور کس کا فساد نہیں جیسا کہ تو خیال کرتی ہے اور کبھی و معنی ہی او میں
 ملحوظ ہوتے ہیں **ذوق** بوسے مانگتی ہے پیر نے چتون کو لگی + ایسی کیا اعلیٰ
 لب غیرت کا کشن کو لگی + یعنی میری مانگنی کے **مکتہ** کبھی تقدیم مفید معنی حصر کی
 ہوتی ہے **لمو لاقہ** یعنی چاہا تو تم عزیز ہوئی + ورنہ تھاکوں پوچھتا تھکو + یعنی
 فقط میری حاجت ہی کا اثر ہے اور کس کا نہیں + فارسی میں اسکی مثال یہ ہے **و درو**
 منش کردہ ام رستم دستان و گرنہ ملی بود درستان **مکتہ** کبھی تجس اور تیری
 جیسا وغیرہ مسند یا مسند الیہ واقع ہوتی ہیں اور بطریق کنایہ خود تو مراد ہوتا ہے
 چنانچہ کہتی ہیں تیری جیسا دانا کیوں بھولنی لگا مگر تیری جیسا غیر فصیح ہے
 معنی اسکے یہ ہیں کہ تو کب بھولتا ہے **ذوق** عشق ہے اذوق دکھ فر کہ

جسکے نامہ سی + شیخ صنعان سے مسلمان نذیب مشرب بنی یعنی خود صنعان
 اور اسی قسم سی ہے میرے ہر خوش زمرہ کمان یونٹو + لب لہجہ ہزار کہتی ہیں
 حقیقت میں یہ لفظ تجسما مضامضا الیہ سی فارسی میں اسکا ترجمہ مثل قی
 ہے ایک صاحب فاعل فرماتی ہیں کہ چونٹو کا ترجمہ یہی اس صورت میں مضامضا
 الیہ نہوگا بہر حال اس سی کنائیہ ثبوت فعل کا مخاطب کے نسبت بلکہ اس شخص کے
 نسبت ہی جسکی طرف کی گئی ہے حاصل ہوتا ہی کیونکہ جب کسی شخص کے قائم مقام
 میں کوئی صفت موجود ہوگی تو قیاساً عرفاً لازم ہی کہ وہ صفت اس شخص
 میں ہی جبکہ وہ قائم مقام ہی ضرور موجود ہو پس ثبوت فعل لذاتہ بطریق او
 ثابت ہو گیا ہی اب سوچنا چاہی کہ شیخ صنعان اصل ہے اور شیخ صنعان
 شخص اسکا قائم مقام جب قائم مقام میں نذیب مشرب بنی کی صفت موجود
 تو اصل یعنی خود شیخ میں بطریق اولی ہوگی **نکتہ** مکرر اسند الیہ وانکار مخاطب
 کی تاکید کی واسطی آتی ہے یعنی مخاطب انکار کرتا ہی کہ معاملہ دین میں متکلم کو
 اسکی انکار کی رد کرینین تاکید کرنی پڑتی ہے مثلاً مخاطب جیٹ پید کی آنی
 سی انکار کری تو متکلم کہتا ہی زید آیا تا جی زید اور کبھی محض تاکید منظور ہوتی ہے

ذوق شب بچران سیر نہیں ہوتی + نہیں ہوتی تھر نہیں ہوتی + اور کبھی اس
 سے مبالغہ منظور ہوتا ہی میر جم گیا خون کف قاتل پہ تر میر نہیں + اسنی
 رور و دیال لگتا کہ کو دھو دھو + یعنی بہت دیا اور یہ تکرار سند میں ہے اور
 کبھی تکرار سند الیہ سی تحقیر منظور ہوتی ہے مثلاً کہتی ہیں آپ فرماتی ہیں آپ
 کیا خوب آد کبھی تکرار سی ہر فرد منظور ہوتا ہے چنانچہ میر شایا گلشن کا
 تو حال ہمارا جانی ہے + اور نوکد ہی گل جس کی برگی انہار کرین + یعنی
 ہر ایک شایا **ایضا** ولہ تب ہی ہلی ہتی جب تک حرف آشنانہ تھی تم + یعنی
 لڑائی اتبوسخن سخن پر + یعنی ہر ایک بات پر + اور اسی قسم سی ہے پانچ
 پانچ دس آدمیوں کو دید و یعنی ہر ایک فرد کو پانچ پانچ روپہ دید و اگر تکرار
 ہوتی تو بیہ عانہ نکل سکتا بلکہ معاملہ برعکس ہو جاتا کہ یہ جو کچھ بزرگ
 اس حالت میں ہی کہ کلام مقتضا ظاہر کی موافق ہو اور کلام کبھی مقتضا
 ظاہر کی مخالف ہی ہوتا ہی چنانچہ منظر کو ضمیر کی جگہ استعمال کرنا
 مثلاً بادشاہ کا قول کہ حضور ارشاد فرماتی ہیں یعنی میں کہتا ہوں اور
 یہ تحریف مخاطب سامع کو شان و شوکت جہانی کی واسطی ہوتا ہی یا

انخسار اور فروتنی کی واسطی میر حسن چوڑا کرتیرا تختی شہر و دیار + یہ
 بندی ہی لالی ہے تقصیر وار + یعنی مین جو بندی ہوں اور تقصیر ہوں
 مجھ سے یہ فعل سرزد ہوا ہی اور کبھی حم کی واسطی ہی آجاتا ہے چنانچہ کہتی ہیں
 اتنی اپنے عاجز بندی پر رحم کر یعنی مجھ پر کہ مین تیرا عاجز بندہ ہوں لشم گل کا
 لہو ہر اگر بیان + سبزہ کا ساتا تار دامن + دکھلا کی کہا سمن سی کو + اب
 چین کہاں بکا دلی کو + یعنی مجھ کی مین بکا دلی ہوں اب چین کہاں رہے
 اس بات کا اظہار منظور ہے کہ بکا دلی جو خوش باش اور آرام طلبی مین مشہور ہے
 اب اوسکو چین کہاں یا کہیہ بکا دلی جو تھکو غریب ہی اوسکا یہ حال ہے ہو سکی
 تو تم علاج کرو نکلتہ خلاف ظاہر کی اقسام مین سے ایک قسم یہ ہی ہے
 کہ جمع کا اطلاق مفرد پر کریں چنانچہ مین کی جگہ تم اور تو کی جگہ تم کہیں کریں
 اور ہم کا ایک بیت مین جمع کرنا مستحسن نہیں مثال اسکی میری نظریں ہنر
 گزری غولیات مین جائز ہی کہ ایک بیت مین مفرد ہوا اور دوسرے مین جمع
 چنانچہ غالب عشق مجھ کو نہیں دشت ہی سہی + میری دشت تیری شہر
 ہی سہی + دوسرے بیت مین فراتی ہین + قطع کچی نہ تعلق ہے + کچھ ہنر

قواعدت ہی سہی اور اسی قسم سی ہی میر حسن کہا ہوتا تو ج اپنے کو
 فقیروں کو چہیز نہ مٹتی ہو + مقام مقتضی تھا کہ فقیر و احار واقع ہوتا لیکن جمع
 کا اطلاق کثرت معنی پر دلالت کرتا ہی یعنی بہت بڑا فقیر ہونا **خلافت** ہر
 کی قسم میں ہے **ضمیر مرجع** ذکر کرنا میر اور اس کی پانچ جگہ کی پہلی
 خوب ہے ہاتھ اوی ہاتھ اوی لگا لگا + پہلی اسم اشارہ کا کوئی مرجع نہیں
 اور نہ لگا لگا کی ضمیر متشرک لگائی اور لائی وغیرہ مجرد جمع امر حاضر کی ضمیر
 ہیں اور کبھی جمع مضارع منکلم کے معنی تھے ہیں میر رباعی گزارا یہ کہ
 شکوہ و شکایت کیجی + یا آ کی سخن اور حکایت کیجی + خوب تخی تو مجھ پر اب
 رعایت کیجی + دل میر امری تین عنایت کیجی + پہلے دو وزن مصرعون میں
 جمع مضارع منکلم کے معنی اس میں ملحوظ ہیں اور مصرع سوم و چہارم میں امر
 جمع حاضر کی۔ اور حرف گجا جو علامت استقبال کی ہے کبھی جمع حاضر پر آیا ہے
 استعمال کرتے ہیں پس اس حالت میں مجروح کی مقابل فرید اسکا نام رکھا جا
 ہکو اس کا بیان کرنا ضروری نہیں ہی ہم اپنی مطلب کی طرف رجوع کرتی
 ہیں کہ اسکا فاعل من کو نہیں اور یہ غریبیات میں کثیر الوقوع ہی اور یہ

اس نظر سے ہے کہ مرجع ایسا مشہور ہوتا ہے کہ ذہن سامع کا اوسکی غیر کی طرف منتقل
 نہیں ہو سکتا یا متکلم کی ذہن میں مرجع حاضر ہوتا ہے اوسکی طرف خطاب
 کرتا ہے اور اسی کی قریب قریب اضافہ قبل الذکر اور اس میں عامہ نکتہ یہ ہے
 کہ جب مخاطب یا سامع ایک ضمیر سنتا ہے تو متروک ہو جاتا ہے کہ مرجع اسکا مذکور نہیں
 اور جب مرجع سن لیتا ہے تو پھر نفس کو ایک قسم کی لذت حاصل ہوتی ہے کیونکہ اس
 کی بعد جب ایک چیز حاصل ہوتی ہے تو زیادہ تر لذت دہنی ہوتی ہے میر خاں اور دہر
 کی سدرہ لی جون شمع صبح گاہی + ایک آدھ دم کا عاشق مہمان ہو رہا ہے + اور
 یہ مثال اور وقت درست ہوگی جب اور دہر کی معنی اور طرف لین اور کہی کوئی
 خاص نکتہ ہی ہوتا ہے میر من گریبان پہاڑا ہون + وہ سلام دیتا ہے میر + خوش
 نہیں آتی نصیحت گر کی عنخواری محب + چونکہ طبیعت ناصح سمی متکبر تھی اس
 اوسکا ذکر مؤخر کیا اور اسی قسم میں خل میں میر کچھ کی اون کے جسکو چاہا ہے +
 یونہی اپنا کیا بنا ہے + چونکہ مرجع کی لذت منظوری ذکر اوسکا پیچھے ڈال دیا
 اور یہ محاورات میں بہت شائع ہیں مکتہ تقضای ظاہر قسم میں سی ایک
 استطراد ہے اسکی معنی میں ایک کلمہ کو از دواج کی جہت ذکر کرنا اور

حیثیت سی کہ مطالب میں اسکا دخل نہ ہو سو یہ کہی کمال پر ہنر و دلاست کرتا
 ہے چنانچہ کہتی ہیں ہم اسکی پہلے بڑے کی ذمہ داری نہیں دے مگر مخاطب کا اس امر کا
 ظاہر کرنا یہی کہ ہم اسکی برائی کی ذمہ داری نہیں اور کمال پر ہنر کی راہ کہہ دیا کہ ہم
 دونوں صورتوں میں خواہ بہلا ہو خواہ برا صاف نہیں ہیں حالانکہ بہلائی
 کی ذمہ داری ہر کوئی کر سکتا ہی لیکن بیان یہ امر خبیانہ منظور ہے کہ جب ہم
 کی ذمہ داری نہیں تو بد کی کیون منہی لگی اور بہلا زائد ہی صرف بمقابلہ برے
 واقع ہوا ہی تاکہ نہ وجہت پہلی بری کی حاصل ہو جای اور تعلیل یہ استقامت
 میں توڑا ہی سافرق ہے مکتہ خلاف مقتضای ظاہر کے قسم میں سی آپ
 التفات بھی ہے اور التفات کے معنی میں نقل کرنا لکھ یا خطاب یا غیبت
 ایک دوسرے کی طرف برخلاف مقتضای ظاہر بشرطیکہ مخاطب ایک ہو خلاف
 مقتضای ظاہر کی قید نہیں ہو اسطی لگائی ہے کہ جب تک مقتضای ظاہر کے
 خلاف نہ ہو گا ہم اسکو التفات نہ کہیں گے کیونکہ اگر مقتضی ہے کہ غیبت سی خطاب
 کی طرف جمع کیا جائی تو ناچار کرنا پڑے گا اور التفات کا فائدہ یہ ہوتا ہی
 کہ سلسلہ کو اسکی عیب کی برخلاف خوش کیا جائی سو یہ جب تک کہ کلام مقتضی

ظاہر کی خلاف ہوگا تب تک حاصل نہیں ہو سکتا پس اس قید کی لحاظ سے یہاں
 مانع و بہار کا قول (ایسا کہ تو فی مجہد عاجز کو سب کچھ دیا الخ) التفاتی
 داخل نہیں ہو سکتا حالانکہ نکتہ سی غیب کی استعمال واقع ہو اسی کیونکہ مجہد
 نکتہ ہے اور عاجز غایب اور داخل ہونی کی وجہ یہی ہے کہ خلاف مقتضای
 ظاہر نہیں اگر پہلے ایک شخص کو خطاب کے میں پیردوسر کو جو مخاطب ہے غیب سے
 یاد کرین تو التفات نہیں ہوتی غالب تو وہ بد خو کہ تحیر کو تماشا جانی
 غم وہ فسانہ کہ آشفته بیانی مانگی پہلے مصرع میں دل خطاب ہے پیر جا مضاعف
 غایب کا صیغہ مگر یہ دوسرے صوت میں ہے کہ جانی کا فاعل بد خو ہٹیرا جا جا
 اور فعل کو مضارع غایب چل کیا جای ورنہ ماخوذ فیہ سی خارج ہوگا اسی طرح
 نکتہ سی غیب کی طرف میر میں وہ و نیو الا جہان چلا ہوں + جسی اب
 ہر سال و تا رہیگا + یعنی جس و نیو الکیو او کہی اس امر کی برخلاف یہاں
 استعمال کرتی ہیں کیونکہ جب خبر میں ذات تکلم یا مخاطب مقصود ہوتی ہے
 اور اول و آخر کیساں ہوتا ہی اور التباس کا بھی خوف اور میں نہیں ہوتا تو ضمیر
 خطاب یا نکتہ ذکر کرتی ہیں چنانچہ کہتی ہیں میں ہی ہوں کہ آپ مجھی یاد کیا

کرتے تھی یا ایسی تمہیں ہو کہ تمہاری دولت سے سب کے برہہ پہنچا ہی مقام مقصود
 اس بات کا کہ ضمیر غایت کو رہتی کیونکہ کاف سے تمام میں صفت کی واسطی
 ہے اور جملہ صفت میں ضرور ہے کہ ضمیر ہو جو موضوع کی طرف اجمع ہو چنانچہ میر
 شعر مذکور میں واقع ہوا ہی معنی میں وہ دنیا والا جہانک الخ اور وحدت
 مخاطب کے قید سے معنی ہمینی جو شرط کی ہے کہ مخاطب واحد ہو اس سے عزلیات اور
 قاعدہ سے خارج ہو گئیں خواہ پہلی بیت میں خطاب ہو اور دوسرے میں غنیت تیس
 میں نظم یا انکی برعکس وجہ خروج کی ہے کہ مخاطب ایک نہیں ہوتا میر صاحب
 فرماتی ہیں غزل تجہ بن ای نو بہار کی مانند + چاک ہے دل انار کی مانند +
 یہ خطاب کے واسطی ہے اور غنیت کے مثال یہ ہے سر کو دیکھ غش کیا ہمینی + تہا
 میں وہ یار کی مانند + چونکہ مخاطب ہر ایک مختلف ہے اس واسطی التفات میں
 داخل نہیں اور علامتہ التفات میں جہا کہ ہم پہلی بیان کر چکے ہیں یہی
 کہ جب کلام ایک اسلوب سے دوسرے اسلوب کے طرف نقل کیا جائی تو سامع کو
 ایک قسم کی لذت حاصل ہوتی ہے اور کہیں موافق مقام کی کوئی خاص لطیفہ
 ہی ہوتا ہے چنانچہ حکایت عن الزید کہیں فقرہ معرکہ حبش میں ہو جو

تھا کہی ایک شجاع مینی قتل کئے اور اس شخص کے دہنی بازو میں ایک خم کاری کیا
 جس سے بیہوش ہو کر گر پڑا پھر محبی چہ مہینی کے بعد آرام ہوا غلام ہر کا یہ اقتضا تھا کہ اس کے
 داہنی بازو پر زخم آیا اور میں بیہوش ہو گیا کیونکہ اول آخر تکلم ہے اور یہ نہ تو
 ضمیر غایب کے پس اس میں لطیفہ یہ کہ بیہوش ہونا اور زخم کا آنا گو حکایت ہوا اس کو
 اپنی طرف منسوب کرنا اور حنیفہ تکلم کا اسی موقع پر استعمال کرنا کمرودہ سمجھا رہا تھا
 ہے میرزا اسد اللہ خان غالب قصیدہ مرح بادشاہ ابو ظفر میں فرماتی ہیں
 ۱۔ مہر کا نیا پانچ چکر کہا گیا + بادشہ کا رتہ لشکر کہلا + بادشہ کا نام لیتا
 ہے خطیب اب علو پایہ منبر کہلا + بعد پانچ چار شعروں کے فرماتی ہیں + جان
 ہوں خطہ لوح ازل + پتہ ہی خاقان نام آور کہلا + تم کرو صاحب قہانی
 جب تلک + ہی طلسم روز شبک در کہلا + اس میں لطیفہ یہ کہ غایبانہ مرح میں
 ایسا سرگرم ہوا اور مدوح کا تصور ایسا یا زما کہ گویا آنکھوں کے اوسے دیکھتا ہی
 پس خطا کرتے شروع کر دیا بعض اہل فوج کے نزدیک التفات یہ بھی ہے کہ مضنون
 تمام ہو جا پتر تمثیل یاد عاکی ساتھ اسی ختم کرین چنانچہ میر صاحب نے مافی الترتیب
 ۲۔ پان لولہا جا فقیر و کن + برگ نبیرت تحفہ دیوش + ذوق کتبہ ہیں

آج ذوق جہان گزر گیا + کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کری + مصرع دوم بیت
 اول میں اور خدا مغفرت کری بیت دوم میں التفات ہے مگر استاد فن سراج
 الدین علیخان آرزو اسکو التفات نہیں مانتی **تکلم** خلاف مقتضای ظاہر کی
 اقسام میں ایک یہ بھی ہے کہ کلام کو برخلاف مراد تکلم کے حل کیا جاسی بشرطیکہ
 وہ حل کرنا صحیح ہو اور حل کرنا ایسا مدعا یہ ہو کہ اگر اس کلام کی یہ معنی تھیں
 نزدیک ہوں تو بہتر ہے چنانچہ صاحب اوہ اخباری صاحب اکمل الاخبار
 کی نسبت لکھا تھا کہ عقل چہ کشتی است کہ پیش مردان بیا یہ صاحب اکمل الاخبار
 نے اسکی جواب میں لکھا کہ اپنے دوستوں کا نام گستاخ کر دینا لیتی ہو موعقب وغیرہ
 کے یاد کرو انتہی مختصراً صاحب اوہ اخبار کی جواب میں ایک شخص مرد علیخان
 رعنا نام ہیں اور وہی شاید محرر اس فقرہ کی ہیں پس صاحب اکمل الاخباری مردان
 جو لفظ عام تھا اسکو خاص بنا لیا اور مضمون یہ مقرر کیا کہ عقل چہ کشتی است
 کہ پیش مردان علیخان بیا یہ اور جو الفاظ برخلاف حل کر نہیں لکھی ہیں وہ کبھی
 سب قرینہ صارف میں اور ایسا ہے ہم سونا چاہتے ہیں تو اسکی جواب میں
 کہا جاتا ہی کہ ہم تو بچہ مارتے ہیں سونا بیان کہاں تکلم کی مراد سونی ہے

ایک کیفیت ہی جو جاگنی کی ضد ہی اور فارسی میں اوسکا ترجمہ خواب ہے اور مخاطب
 محل کرتا ہی سونو کو زہر پر اور قرینہ صارفہ ہمین کہہ مرتے ہیں ہے یعنی اگر ہم زہر
 رکھتی تو ہو کہیوں کے مرے ہیں لازم ہے کہ قرینہ صارفہ سموق پر ضرور ہو ورنہ محل
 صحیح نہ ہو گا چنانچہ کہدین کہ ہم سونا چاہتی ہیں اور مخاطب کہی کہ سنا ہوا
 کہا تو مخاطب گمان نہیں کر سکتا کہ متکلم سونا زہر کی معنومین استعمال کرتا ہے
 اور دقیقہ فہم خوب جانتی ہیں کہ صنعت ایام میں یہ قاعدہ ماخوذ ہی اور ایسا
 صنایع بدیع میں سے ایک صنعت ہے، مکتہ خلاف مقتضای ظاہر کی اقسام میں
 ایک قلب ہے اور وہ دو قسم ہے ایک طرد اور وہ قلب صفت و موصوفا کا ہے
 مثلاً گوڑا خوش تقار سوبہ قلب البتہ مرکبات فارسیہ میں درست ہو سکتا ہی
 کیونکہ ہندی میں اگر قلب صفت و موصوف کا کسی جگہ پایا جائی تو وہ ضعیف
 تالیف پر محتمل ہوتا ہی اور مرکبات فارسیہ میں اگر یہ قلب مج ہی تو تشبیک
 اوسکو اوسی صورت میں استعمال کرنا چاہیے اگر خلاف اسکی استعمال کرینگے تو
 بعض اوقات پایہ سخنان سے ساقط ہو جائیگا چنانچہ چاک سوار اگر اسکی جگہ
 سوار چاک کہیں گے تو وہ لطف نہ ہوگا جو قلب کی صورت میں ہے دوسرا قلب

شادی اور وہ کم مستقل ہوتا ہے نہ کسی جگہ قلب سے تعقید لفظی حاصل
 ہوتی ہے سرور نیک بد زمانہ نہیں اختیار میں ہوتا ہے سرور جو سرور
 مابین فعل اور ربط کی ایک جملہ کا فاصلہ لانا موجب تعقید لفظی کا ہی اور سرور
 شادی ہی جسکی مذاحدہ نہیں برخلاف اسکی شعر کی ذوق دینی شربت ہی
 کسی ہر ہری آنکہ تری عین احسان ہے وہ ہر ہی گردتی ہے، اسی موقع پر
 دینی شربت ہی قلب و رابطہ جانی ہے اسلیٰ کہ یہ فاعل مفعول ہے غیر نہیں
 نکتہ خلاف ظاہر میں سے ایک تجربہ ہی آئے مجھ ذکر نا ایک لفظ کا ہی معنوں
 سے پر وہی معنی دوسرے کلمہ میں زیادت اضیاح کی واسطیٰ کر کرنا چنانچہ ذیما
 اخلاق ذیما جمع ہی بمعنی صفت بد اور اخلاق جمع خلق کی معنی خواہ
 نیک ہو یا بد اسی قسم سے تعظیم کرنا تعظیم کی معنی ہیں کیوڑا جاننا
 تعظیم خود مصدر ہی تو اسکی بعد کرنا (علامت مصدر) کہنا دخل تجربہ ہی اور یہ
 ہی ہو سکتا ہے کہ جزد معنی کی تاکید ہو اور کہی جمع کی صیغہ کو مجرد کر کی پر
 جمع اسکی بقاعدہ فارعل میں لاتی ہیں چنانچہ ائلیان فقر ائلی جمع اہل کی
 مگر ساری تردید یہ غلط العام میں داخل ہے اور نشا اس غلطی کا یہ ہے کہ

سمجھنے والی نے امالی کو مفرد سمجھا اسی قسم سی ہے دو بار صلیہ استعمال کرنا
 ذوق عشق ہے ایدوق و کا ذکر جسکی باتہ سی شیخ صنعان سے مسلمان
 بد مشرب بنے + مگر ہیبت شایع ہو چکا ہی تفصیل اسکی ہم پہلی لکھ چکی ہیں
 نکتہ تجربہ میں کہو یاک یا زیادہ معاسا قط کر دیتی ہیں مثنوی محمد لطیف صاحب
 فرمائی ہیں عوض جور دکھا دی تو خدا یا ہکو پستی ہو جای دہت جنبی تیا
 ہکو پستی کی معنی ہیں بغش معشوق کی ساتھ جل مرنا نہ فقط جلنا اور نہ ہر
 رواج تھا کہ ہنود کی بعض عورتیں اپنے خاوند و کج ساتھ جل جایا کرتی تھیں
 اور یہاں فقط جلنا مراد ہی کیونکہ اگرستی کے تمام و کمال معنی یعنی بائیں تو
 مضمون در گون ہو جاتا ہی کیونکہ پستی ہو جانا ہر حال کسی شخص کے ساتھ
 ہوگا پس اگر اپنے ساتھ کہا جائے تو یہ مراد مستحکم کی نہیں کیونکہ مطلوب فقط
 او سکوسزا دنیا ہی اپنی متو ہی اگر دوسرے کی ساتھ ہو تو یہ اور بھی شاک
 حسرت کا مقام ہی کیونکہ غیر کی ساتھ جب کمال فنا ہوتی ہونا ممکن نہیں
 پس معلوم ہو گیا کہ فقط جلنا یہاں مطلوب اور یہ تجربہ ہی سب کے لفظ میں شائد
 ہے کہ پستی ہونا بت پرستوں ہی میں ہوتا ہے نہ اہل اسلام میں

تیسرا باب مسئلہ کے بیان میں

نکتہ مسئلہ کا ذکر کرنا اسی فائدہ کے واسطے ہوتا ہی جسکا بیان ہم مسئلہ پہلے کر چکے ہیں یعنی عبت سے احترا کرنا یا قرینہ پر اعتماد کر لینا یا کثرت استعمال کے ملحوظ رکھنا چنانچہ کتنی ہیں مزاج شریف کیسا ہی حذف کر دیتی ہیں اور وجہ اسکی کثرت استعمال ہے میر موقوف غم میر کہ شب ہو چکی ہمد + کل بات کو ہر بات ہی ایسا نہ کہیں گے + یعنی غم میر کا بیان موقوف کہو اور یہ حذف اجتماع قرینہ ہی ممکن ہے کہ یہی مسئلہ واجب استر ہوتا ہی اسلی حذف کر دیتی ہیں مولفہ تنہا میری زہم میں تو آجای تو میں + لون تھکوا بغل میں اور جو فرمای تو میں + سر کا دن دوپٹہ تیری چہر کسی تمام + جب کا تمام دور ہو جای تو میں + مصرع اخیر کا سند واجب استر تھا اسلی حذف کیا گیا اور کہی کہ ہر کی سب سے بھی حذف کر دیتی ہیں چنانچہ آپ ہی یہ کہانی میں اور آپ ہی وہ یعنی گو کہانی ہیں اور جبکہ لاتی ہیں اور کہی مسئلہ واجب استر ہونی کی صورت میں اس اشارہ پر گفتا کرتی ہیں مدعا یہ ہوتا ہے کہ اصل کا ذکر کرنا خلاف ادب ہے ذوق جبکہ تھے گرہ میں حقوق کے پیرو

سب کتے تے او کو آپ ایسے پھلس جھوٹے تو پر کسی اندوق + پوچھا نہ کہ تو
 کون وہ ایسے تیسے + ہمارے طلب سے تیسے ہی ہنگامہ کہی مسند کو حذف کر کی
 شمار الاشارہ پر اکتفا کرتی ہیں تاکہ اوصاف متعددہ پر دلالت کرے اور یہ
 اکثر صفت و موصوفین واقع ہوتا ہی چنانچہ بیت اول باعنی مذکور میں ہے
 ایسے قائم مقام صحت ہے اور فائدہ سمین یہ کہ ہمیں اختصار کامل ہو سکتا
مکت مسند کا ذکر کرنا کہی سو اسطی ہوتا ہی کہ عین کہ دین کہ مسند اسم فاعل
 ہیں اگر فعل ہوگا تو فائدہ تجد و کا دیکھا اور اسم سی ثبوت حاصل ہوتا ہی تجد و
 ہماری مراد صحت، یعنی نیا کام کرنا جو پہلی فاعل کے ذات میں موجود نہ ہو اور
 ثبوت یہ مراد کہ مقرر کردین مسند الیہ میں یہ صفت موجود چنانچہ زیر
 اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ زید میں جو صفت پہلی نہیں پائی جاتی تھی وہ اب
 پائی جاتی ہے اور زید بیٹھا ہی اس امر پر دلالت کرتا ہی کہ زید میں بیٹھنے کی
 موجود ہی نہ یہ کہ پہلی نہ تھی اور اب ہو گئی ہے اور فعل مسند کا مقید ہوتا ہی
 کسی ایک یا نہ کی ساتھ مختصر طور پر اور زمانہ میں ہاضی مستقبل حال ماضی و نہ
 ہے جو زمانہ تکلم سی پہلی ہوا و مستقبل و جو زمانہ تکلم سی چھی ہوا و حال اجزا

آخر ماضی و اول مستقبل ہے جو ایک دوسرے کی پہچان بدولت واقع ہوں
چنانچہ زید نماز پڑھتا ہی حال ہے حالانکہ بعض اخبار نماز کی اوسنی ختم کر لئی ہیں اور
بعض باقی ہیں پس جو فعل آنات بسیار یعنی بہت وقتوں میں بدولت فائدہ
اور مہلت کی واقع ہوتا ہے اوسکو حال بنا لیتی ہیں اور مختصر طور پر جو ہمیں کہا
تو ظاہر ہے کہ اوٹھا اوٹھا تھا کی نسبت مختصر ہے ایک صاحب فاضل اغراض
کرتے ہیں کہ کیا اوٹھا تھا فعل نہیں ہے اگر ہے تو مختصر کی قید کیا فائدہ ہیں عرض
کرتا ہوں کہ فقط اوٹھا تھا فعل ہے اور تھا اور ہی اور گالامات ماضی و حال
استقبال میں فعل وہی ہے جو ان علامات مجرور ہو اور خضار و زمین پایا جاتا
ہو اور فعل کہی تجدد و ترمیمی پر دلالت کیا کرتا ہی چنانچہ حال مثلاً کہ
معاشرہ ہی دنیا میں بھی آگیا ہی کیا جاتا ہی یعنی دنیا ہی شخص آنیوالا ہی
دنیا ہی جانیوالا اور یہ آنا جانا استمرار یعنی ہمیشہ کی لسی ہے اور یہ مضارع
میں ہی تجدد و ترمیمی کہی پایا جاتا ہی چنانچہ کام چلا جائیگا اور کہی مضارع
تجدد ہوتا ہی استمرار نہیں ہوتا چنانچہ ۷ عمر بر خون جگر دنیا ہی ہمیزہ دنیا
ہی کچھ دنیا ہی یعنی محطہ بعد محطہ خون جگر دنیا ہی اور نفی اثبات کی تابع

یعنی جو حال فعل مثبت کا ہوگا وہی منفی کا ہوگا اگر کہا جائے کہ جب کسی کلام میں
کوئی قید ملحوظ ہو اور وہی کلام پر منفی آجائی تو وہ منفی قید کی طرف راجع ہوگا
ہی اگر بات تحقیق کا یہی ہی فعل ہے پس اس قاعدہ کے روسی کوئی آتا ہی کوئی جاتا ہی
میں منفی تجدید یا استمرار کی ہوگی نہ منفی فعل کی کیونکہ مثال مذکور میں دو صفتیں ہیں
ایک تجدید کی دوسری استمرار کی سو منفی کرنی سی دونوں صفت ایل ہو گئی۔
زیادت اصباح کی وسطی ہم بیان کرتے ہیں کہ فعل کی تین حالتیں ہیں یا تو اوّل
قید تجدید اور استمرار کی ہوگی یا فقط تجدید یا فقط استمرار کی ہوگی پس ان تینوں
حالتوں میں اگر منفی کر نیگے تو وہ منفی ان قیدوں کی ہوگی نہ منفی فعل کے ہم سکا
جواب تہی ہیں کہ یہ قاعدہ درست اور مسلم ہی لیکن یہ بات بیان کرنی باقی ہی کہ
اگر مسند میں تجدید یا استمرار ہو تو ایسا ہوتا ہی مگر اسکی یہی دو صفتیں ہیں ایک یہ کہ
منفی تجدید یا استمرار کی مع منفی فعل کے ہو چنانچہ نہ کوئی آتا ہی نہ کوئی جاتا ہی دوسرے
منفی فقط تجدید یا استمرار کی ہو نہ منفی فعل کی اور اگر مسند میں ہو تو دلالت کرتا
کہ واضع فی خود فعل منفی وضع کیا ہی فوق نہ آیا گورہ میری ہو فاور نہ +
گلے لگانی کو تربت سی ہی نکلتی ہاتھ + بیو فامند الیہ + اور نہ آیا مسند سونہ

نہ نفی تجدیدی ہی اتم را کی بلکہ اصل واضح فی فیعل منفی وضع کیا ہے
 نکتہ کہیں ایک فعل واقع ہوتا ہی اور ظاہر میں نہ اید معلوم ہوتا ہی مگر فی ^{بحقیقہ}
 وہ اثبات تر و داو محنت کرتا ہی تاکہ معلوم ہو جا کہ متکلم سپو سنی ظلم یا رحم
 کر نہیں کیا تردید کیا ہی **مظہر کاٹ** کر کہدن سرانیا اب یہی مرضی تری
 توئی رکھدی کے لاچو شمیر سیر و بر وید جانتا چاہی کہ لفظ کی صافیت کی واسطے
 ہوتا ہی اور کہیں قائم مقام عطف کی آتا ہی۔ اس صورت میں فائدہ خصا
 کا دیتا ہی چنانچہ زید آکے چلا گیا اور دیکھ کے کہنے لگا یعنی آیا اور
 چلا گیا اور دیکھا اور کہنی لگا اور گری ہی اسی قسم سی ہے اور اسی موقع پر بولا
 جاتا ہی پس تو نے رکھدی کے کے یہی معنی ہیں کہ توجہ لایا اور رکھدی اور
 مطلب قطع اتنی عبارت میں ختم ہو سکتا تھا توئی چو شمیر رکھدی میری سنی
 لیکن لایا سی اثبات تردید ہی کا منظور ہی یعنی میری مارنی کی لئی شمیر ^{ڈھونڈ}
 لایا اور محیرہ ظلم کر نیکی لئی اسی یہ تکلیف اوٹھانی پر مکت **فعل کا مفعول**
 یا طرف وغیرہ سی مقید کرنا ہو سلی ہوتا ہی کہ اوہین یا وہ قوف حاصل ہوتا
 ہے کیونکہ جبکہ قیدین یا وہ لگائیں گے اوسقیدر خصوصیت اوہین یا وہ

مگر جو لفظ ہوگا اور ہی اور تاکہ ساتھ مقید ہوگا وہ خبر ہی کیونکہ یہ کلمہ اخبار
 زمانہ کی واسطی مقررین نکتہ ترک کرنا قید کا کسی مانع کی واسطی ہوتا ہی اور وہ
 مانع یا تو یہ ہے کہ مکمل مقیدات سے واقف نہیں اس واسطی ناچار فتوہ کو ترک کرنا
 ہے یا مقیدات کی حاجت نہیں ہوتی یا مقیدات کی بیان کر نیکی فرصت نہیں
 ہوتی یا سامع یا اور کسی کو مقیدات سے واقف کرنا منظور نہیں ہوتا یعنی مکان
 اور زمان مغل وغیرہ مکمل نہیں چاہتا کہ اور کسی کو معلوم ہو جائیں یا خوف اس بات
 کا ہوتا ہی کہ مبادا مخاطب سمجھ لے کہ مکمل زیادہ گوہی یا کوئی اور ایسا ہی سبب سے
 ہوتا ہی نکتہ مسند کو شرط کی ساتھ مقید کرنا باعتبار اون حالات کے ہوتا ہی جو
 حروف شرط کی احوال سے معلوم ہوتے ہیں اور حروف شرط کی ہی میں اگر اگر
 چون مگر یہ لفظ مضامی اہل منہ کی محاورات میں کم واقع ہوتا ہی اور اکثر عوام
 اسکا استعمال کرتے ہیں جو جب جبوقت جہان جو میں ہر چند کہ چہ گو اور
 ہر ایک میں سے اپنے اپنے موقع پر مستعمل ہوتا ہی اگر اور اگر ایک ہی میں جو بھی ہو
 کی جگہ مستعمل ہوتا ہی مگر کہیں یقیناً مانع کی واسطی ہی آجاتا ہی میرنگلی جوتی
 تو بنت عنب خاصہ ہی ہتی + ابو خرا جے کی خرابات ہی گئی + اور کہی ہو

شرط کی صلہ کی واسطی ہی آتا ہی موسن وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا مہین
 یاد ہو کہ نہ یاد ہو + اور کہی بجای کل کے مستقل ہوتا ہی جو فارسی میں بیان یا
 کل واسطی آتا ہی میر طالع جو میر غازی محبوب کے خوش آئی + پر غم یہ ہی مخالف
 دیکھیں گے سبب شا + اسکا ترجمہ یہ ہے کہ خوش طالع تو میر کہ یاد رکھو اگر ارست
 جب حبوت یقین مان کے واسطی تھے ہین چنانچہ حبوت تم آگے میں آؤنگا
 میر آنا اور وقت ہوگا جب آنا دفعہ میں آئیگا مدعا یہ ہے کہ اپنے آئی کا زمانہ
 متعین کرو یا حبوت کہی تعمیم واسطی ہی آتا ہی غالب مہربان کہو
 بلالو محبی چاہو حبوت میں گیا وقت نہیں ہون کہ پہر آہی شکون یعنی
 اوقات نامعینہ میں سے حبوت چاہو جہاں یقین زمان کے واسطی آتا ہی
 میر کہی نہ کہنی پائی اس + جہاں بولی لگا کہنے کہ میں میں کہی تعمیم
 ہی اس سے منظور ہوتی ہے **ذوق** جہاں نہ کیا کیسے ساتھ دیکھا کہی اور
 شوخ کو تنہا نہ پایا + ہر چند گرچہ کو تینوں کا ایک ہی حکم ہی اور انکی خبر میں حرف
 استدراک کا لفظ یا تقدیر ضرور آتا ہی **مکت** حرف شرط کہی حذف ہی
 کردیتی ہین اور یہ اکثر مروج ہی **ذوق** آتا ہی تو آجا کہ کوئی دم ہی وقت

پہر دیکھی تابی آدم یا نہیں آتا + یعنی اگر آتا ہو + میرا ہسی خوش نہ مر نہ کمان
 یونہی لب لہجہ ہزار کہتی ہیں یوں اسم اشارہ اور قرین کے واسطی مستعمل ہوتا
 اور اکثر اوقات اشاریہ سین مقدر ہو کر تابی یعنی شعر کی ہمہ میں کہ ہمارے ہی
 خوش نہ مر نہ کمان ہیں اگر لب لہجہ والی دہوند تو ہزاروں ہیں اور حذف
 کی مثالیں بکثرت میرا سکتی ہیں نکتہ جملہ جزائیہ کی ابتدا میں ہمیشہ تو بالیکہ
 یا لیکن یا پر یا مگر آکر تابی ذوق اگر حکیم کو ہی یا تو ہم جانیں گے اب یا میر
 گرچہ آوارہ جون صبا میں ہم + لیاک لگ چلی کو بلا میں ہم میر مر گئی لیکن
 نہ کیا توئی امید ہر نگاہ اوٹا + آہ کیا کیا لوگ ظالم تیری بیمار و نین ہی ذوق
 یا رگ اوسی بالین پر مر پر کشت + اور کہی انکو حذف ہی کر دیتی ہیں میر جہاں پہلو
 سی وہ لبر گمانہ ہوا + طیش کی بیان نہیں دے کہ درد شانہ ہوا نکتہ جب شرط
 موخر اور جزا مقدم ہو جاتی ہے تو وہ لفاظ جو ابتدا جزا میں واقع ہو ہیں
 محذوف ہو جاتے ہیں غالب نگ تکین گل دلالہ پریشان کیوں + اگرچہ افان
 سرنگز باد نین نکتہ جب جسوقت محض شرط کی واسطی آتے ہیں اگر استقبال
 پر آئیں گے تو وہی شرط کا فائدہ نیگی اور جب ضمی پر آئیں گے تو اوسنی یقین پایا جائیگا

وقوع فعل میں نکتہ کہہ ہی جزا کو ہی بنظر قرینہ والہ کی حد کر دیتی ہیں اور
 سو کہرات جزا کو قایم مقام کر لیتی ہیں فوق ای فوق شہید او سکو کرنی ہیں کہے
 عاشق + کرنی ہی اگر سبقت کیا دیر لگائی ہے، یعنی اگر سبقت کرنی ہی تو کر دیر
 کیا لگائی ہے جزا میں محذوہ ہی اور کیا دیر لگائی ہی جو او سکا مو کہ تھا او سکی جا۔
 رکھا گیا نکتہ اگر خبر میں بھی ہی فعل واقع ہو جو شرط میں ہو تو مفہوم اسکی بخلاف
 پیدا ہو جاتا ہی اور قضیہ شرطیہ فرضیہ پر محمول ہو جاتا ہی چنانچہ میر صاحب نے
 ہیں ۷ مرگئی ہم تو مر گئی تو جی + دل گرفتہ تری بلا ہو کہ، یعنی اگر بالفرض ہم
 مر گئی تو تو جیتا رہ حرف شرط میں محذوف ہے، اسطرح میر حسن فرماتی ہیں
 وگر مر گئی تو بلا سی ہوئی + تو یوں جانو مجھ پہ صدمہ ہوئی + نکتہ کہہ ہی جزا کو با
 قرینہ سابقہ کے حذف ہی کر دیتی ہیں نسیم جو بوقت وہ گل چمن سے لایا +
 محمود اخوش ہوئی کہ آیا + کہنی لگی لومراو پائی + بولا کہ جو بیان ہو مائی + یعنی
 اگر بیان سے رائی ہو تو جان میں کہ مراد پائی نہیں تو نہیں جو نہ جزا مقدم مذکور ہو چکے
 ہی اسو اسطرح اسی حذف کر دیا تاکہ عیب سے احتراز ہو نکتہ کہ اگر اور جو
 ایسے مقام پر متعل ہو تا ہی کہ وقوع اور لا وقوع شرط کا یقینی نہ ہو چنانچہ

غالب مٹ جائیگا سر گر ترا پتہ نہ گھسیگا + ہون پہ تری ناصیہ سا کئی
 دہان در میر گل نے بہت کہا کہ چمن میں بجائی بگلگشت کو جو آئی آنکھوں پہ
 گھسا اور نہ گھسا اور آنا نہ آنا یقینی نہیں اور یہی سبب ہے کہ یہ لفاظ اکثر مستقبل
 مستقبل ہوتے ہیں کیونکہ وقوع اور لا وقوع آئندہ پیدا ہونے والی چیز کا جزم کی
 ساتھ نہیں معلوم ہو سکتا اور ماضی و حال میں بھی ویسا ہی استعمال کرتے ہیں کہ
 جزم مذکور نہ ہو اور وقوع و لا وقوع بطریق فرض کے ہو ذوق اگر حلیم کو بھی
 تو ہم جانیں گے اب آیا + یہ ماضی میں آیا ہی مگر یہ وقوع یقینی نہیں بلکہ فرضی
 اور کہی اسکو جزم کی مقام پر ہی استعمال کر لیتی ہیں لمولفہ ہنشین گری
 ہیشب کٹ جاتی تو میں جاؤنگا اک پہاڑ کٹا شب کٹ جانا یقینی ہے منشی
 محمد لطیف صاحب چڑاؤہ بدر جو مہتابی پر تو ہم سمجھی + قیامت آگئی
 نیزہ پہ آفتاب آیا ذوق لگائی زلف کے شانہ نی جو اٹھکی پکارا دل + یہ
 گستاخی ہمارہ تو سہی ادبی ادب آیا + جب اور حسب وقت جو انہیں معنون میں
 ہوں مگر ماضی و حال پر آجائیں تو جزم انہی مطلوب ہے تاہی منشی محمد
 لطیف صاحب نے مانی ہیں + جب کہی جوش پہ آجاتا ہی بریالی الم

کشتی می کے وسیلہ سے گزر جاتا ہوں **ذوق** میں اپنے ذوق کی قربان کی
 مستی میں مجھ کے ہلایا کسنی اسکو جب آیا بی طلب کیا + حبوت کی مثال ہے
ذوق تیرہ روزی تیری مہر جہاں تا بل نور + دیا حبیب اور اگر کہ شتاب
 بنا + ادیب بہتینوں استقبال میں آتے ہیں تو یہ حکم انکا نہیں تھا بلکہ وہی
 شکی بخانی میں نکتہ حبیب خول کلمہ اگر یا جو کا ماضی تنائی ہوتا ہی تو کوئی سفو
 دیتا ہے اور کوئی زبان میں خاص اسی مطلب کے لینی موضوع ہی چنانچہ
 لَوْ كَانَ إِلَهًا إِلَّا اللَّهُ یعنی اگر سو اے اللہ کی کوئی اور بی خدا ہوتا اور اسکا حکم
 یہ ہے کہ جب مثبت پر آجاتا ہی تو اسکو منفی بنا دیتا ہی + وجب منفی پر آتا ہی تو
 اسکو مثبت بنا دیتا ہی **ذوق** مری جو سو کے عاشق بیان کہہ کر تیری مسیح
 و خضر ہی مری کی آرزو کرتی + اگر یہ جانتی جن چن کے ہمکو توڑ نیگے تو گل کہی نہ
 تمنای ناگہ بکر تری + پہلی مصرع میں جو کا مدخول معنی کرتے مثبت تھا وہ منفی
 ہو گیا کیونکہ معنی اسکی یہ ہیں کہ عاشقوں نے موت کے مری بیان نہ کہو اگر کرتی
 تو یوں ہوتا + دوسرے شعر کی پہلی مصرع میں بھی یہی صورت **میرا اسد**
اسد خان غالب لیتا نہ اگر دل مہین تیا کوئی دم چین + کرتا جو نہ مری

کوئی دن آہ و فغان اور لیتا فعل با فعل کوئی دم چین اور کا مقول اور تیا
 منفی جسکی نفی اگر سی مقدم واقع ہوئی ہے یعنی اگر میں بہتین دل نہ تیا تو کوئی
 دم چین لیتا دو سر مصرع کی ترکیب بھی ایسی ہی ہے **نکتہ** چونکہ شرط ایک ^{جسکا}
 تعلق ہے دو سر خبری پس لازم ہے کہ شرط اور خبر کی درمیان اختلاف لفظی نہ ہو
 یعنی ایسا نہ ہو کہ ایک ماضی ہو اور دوسرا مستقبل یا برعکس کے مگر کسی نکتہ کی واسطے
 اور یہ کہیں کلمہ بھی ساتھ آتا ہی چنانچہ کہتی ہیں یہ اگر آ رہی گیا تو کیا کر لگا اور
 کہیں بدون بھی بھی مستقل ہوتا ہی **غالب** یہی ہے آزمانا تو ستانا کسکو کہتی ہیں
 عدہ دہوئی جب تم تو میرا امتحان کیوں ہو نہ نکتہ آہمین ہے کہ وجود شرط کا جو
 آئیدہ ظاہر ہو نیوالاتا بطریق حقیقت یا فرض ماضی پر چل کر لیا اور خبر ^{جسکا}
 وجود شکی تھا مستقبل پر محمول ہو گئی لطیفہ آہمین ہے کہ ہر چند شرط کا مضمون
 گزر چکا پر بھی وجود خبر کا ظہور ممکن نہیں **نکتہ** تنکیر مسند کی کہیں تعظیم کی واسطے
 ہوتی ہے چنانچہ کہتی ہیں زید ایک انا آدمی ہے یا تحقیر کی واسطے جیسا کہ کہتی ہیں
 وہ ایک خیل ہے **نکتہ** تخصیص کی صافیت یا وصف کی ساتھ اسلمی ہوتی
 کہ فائدہ تم ہو اور ترک تخصیص کسی مانع کی واسطے ہوتی چنانچہ بیان کا مسند

میں گزرجکا ہی نکتہ تقدیم سند کی نہایت اہتمام کی وسطی ہوتی ہے یعنی اسکا
 بیان اہم ہوتا ہی تاکہ تقدیم ایسی چیز کی جس کا حق یہ ہے کہ مؤخر ہو بہت پر لکھ کر
 چنانچہ کہتے ہیں کہ اہنی بدھل یہ کہ یوں کہا جاتا زید کہرا ہی مگر یہ اسلئے
 ہے کہ مخاطب یہی تو آگاہ ہی لیکن اسکی کیفیت وقف نہیں کہ آیا وہ کس
 حالت میں صلی اور بیان کرنا اسکی کیفیت کا مقدم اور اہم ہے اسو سطحی کہرا ہی
 پہلے کہا گیا نکتہ جب ایک چیز میں دو صف موجود ہوں اور سامع سمجھی کہ یہ
 ایک ہی صفت کہتی ہے نہ دو یہاں تک کہ جائز سمجھی کہ یہ دونوں صف خارج میں
 متعدد چیزوں کے ہیں پس جس صفت کو سامع جانتا ہو اور حسب علم تسلیم کی جائے
 اس بات کا ہو کہ دوسرے صفت کا حکم اوپر لگا دینا ایسی موقع پر جب کہ اسوی لفظ
 کو مقدم کریں مگر کسی نکتہ کی وسطی چنانچہ اہتمام شان سند و حیزہ اور یہ اس مثال
 سے روشن ہو سکتا ہی کہ یہ زید ہے پس اگر مخاطب مشارالہ کو جانتا ہو مگر یہ
 بخانی کہ یہ زید ہی یا عمرو یا کوئی اور اسموقع پر کلہ یہ سند الیہ ہوگا اور اگر زید کو
 جانی مگر یہ بخانی کہ زید ہی ہے یا کوئی اور اسموقع پر زید کو مقدم کرینگے اور یہ کو
 مؤخر اگر یہ کہا جانی کہ جزئی حقیقی محمول یعنی سند الیہ نہیں ہو سکتی جیسا کہ

علمای منطق کہتی ہیں تو میں کہتا ہوں کہ یہاں کلمہ یہاں مل ہیوتا ویل سکتی ہے
 ہے کہ صاحب اس نام کا زید ہی نکلتا کہہی تقدیم مسند کی تشویش کے واسطے
 ہوتی ہے ذکر مسند الیہ کی طرف یعنی مقدم کہ نہیں مسند الیہ کی طرف شوق دلانا
 منظور ہوتا ہی کیونکہ حلاشی کا تعلق کے بعد لذیذ تر ہوتا ہی چنانچہ لا اعلم دین
 دنیا میں مجھی آئی ہیں وہ باتیں پسند دوستی حق کی محبت حیدر کرار کی۔ میں
 مسند ہے اور دو مسند الیہ اور باتیں عدد و سہم (دو) کی تمیز اور دوستی اور محبت تیز
 کا بدل یا تفسیر ہے اور قایم مقام مسند الیہ کلمت مسند دو قسم ہی ایک فعلی
 دوسرا سببی فعلی وہ ہی جو بدون اسطہ کسی شی کے اسناد او سکی طرف واقع ہو
 بحسب لفظ کی چنانچہ زید کہہا ہی یا عمر و شاعر ہی اور سببی وہ جو برخلاف فعلی کی ہو
 جہ کہ صدر میں مذکور ہوا اسباب اسناد و فعلی کا بیان تھا اب ہم سببی کا ذکر کرتے ہیں
 اسناد و فعلی میں جب واضح اور مبین ہو اگر اسکو دوسرے طریق پر ذکر کریں تو
 نفس کو بعد استماع کی ایک قسم کی لذت حاصل ہوتی ہے کیونکہ جب مسند کا ذکر
 کیا جاتا ہی تو نفس مخاطب کا زعم ہوتا ہی کہ مسند فعلی ہی ہو گا جیسی کہ عادت
 روزمرہ کی ہے جب اسکو دوسرے طریق پر ذکر کریں تو نعمت غیر مترقبہ حاصل

ہوتی ہے چنانچہ زید اور سکا دستخط اچھا ہے اگر فعلی ہوتی تو یوں کہا جاتا
 کہ زید کا دستخط اچھا ہی نکتہ طرفیت سند کی اختصار کی واسطی ہوتی ہے
 چنانچہ کہتی ہیں زید گھر میں ہے اصل یہ کہ زید موجود، گھر میں اور کبھی
 میں کو جو طرفیت پر دلالت کرتا ہی حذف کر دیتی ہیں زید گھر ہے یا زید مسجد گیا
 اور دوسرے مثال اس صورت میں ہی کہ میں اسمیں سے محذوف ہو اور اگر اور
 صورت یجائی یعنی زید مسجد کی طرف یا مسجد کو گیا ہی تو یہی لفظ محذوف ہو
 زمین نکتہ سند کہی منفی واقع ہوا ہی اور حقیقت میں اس نفعی مطاوعہ میں
 ہوتی اور حرف نفعی زاید ہوتا ہی اور قلت مقدار شئی یا زمانہ پر دلالت کرتا ہی
 چنانچہ کہتی ہیں مکینہ کیا مرا، یعنی تھوڑا سا چکہ کر دیکھیں غالب کیا
 فرض ہے کہ سب کی ایک سا جواب آؤ نہ ہم ہی سیر کریں کوہ طور کی یعنی
 تھوڑی دیر کی واسطی آؤ نکتہ کہی سند کو مع سند الیہ کے حذف کر دیتی ہیں
 مثلاً ایک شخص کیو مارتا ہو تو دوسرا عداۃ یا مستحرا کہی اور اور
 یا ایک اور یعنی مارے جا یا ایک در مارا اور یہ جملہ انشائیہ ہی اور مع مفعول
 کے حذف ہی غالب ہوں اس آواز پہ ہر چند سر او جانی جگہ لیکر

وہ کہی جائیں گے ہاں اور اکثر ایسے جملہ کی ابتدا میں آگیا ہاں واقع ہوتا ہی
 یا اور کی تکرار **دقیقہ** قواعد مسند یا مسند الیہ کی بابت ہمیں ذکر کرنی پڑے گی
 مثلاً ذکر و حذف تقدیم و تاخیر تنکیر و تعریف وغیرہ و ہنرین و فنون کے ساتھ
 مخصوص نہیں ہیں بلکہ اگر کوئی دانا محض شناساں غور کرے گا تو جان لیگا کہ
 اعتبارات مذکورہ اور مقامات میں بھی آسکتی ہیں اور بعض مواقع پر اشارہ
 ہی کر دیا گیا ہے یعنی مسند الیہ نہ کہ میں اگر مسند کا ذکر آگیا ہے یا مفعول یا
 متعلقات فعل کا تو وہاں اشارہ کر دیا گیا ہے کہ یہاں عدہ سے متعلق ہے

چوتھا باب احوال متعلقات فعل کے بیان میں

مکملہ فعل یا مفعول ایسا ہوتا ہے جیسا کہ فعل یا فاعل یعنی فاعل یا مفعول
 دونوں میں سے کسی ایک کا ذکر کرنی سے یہ غرض ہے کہ تلبیس و نوک کا باہم
 پیدا ہونا فادہ و نوع مطلب کا پس اگر مفعول مذکور ہو اور غرض محض اشارہ
 یا نفی فعل کے ہو تو فعل مستعد ہی کہ مبتدر لازم کی بنا لیتی ہیں اور مفعول مقدم
 کر لیتی ہیں چنانچہ ۷ مجھی شبو میر رو پر دگارا کہ ہی تو رحیم اور آمرزگار

بخشید فعل متعدی و مفعول ہے ایک مفعول مجہول ہے جو مذکور ہے دوسرا گناہ جو
 محذوف ہے اس مثال میں ایک مفعول محذوف اور دوسرا مذکور اور حسین و حسن
 محذوف ہوں اور اسکی مثال یہ ہے میرا کریم پر اسی کی شریعت پر میرے
 اعمال آہستہ پوچھو + تم ہی ہی کا ان و جزاء بخشو اور گناہ مت پوچھو +
 فعل بیان دہین ایک بخشو اور دوسرا مت پوچھو اور مفعول یعنی گناہ کہنے
 اگر اسی پہلی فعل کے ساتھ متعلق کیا جاوے تو یہی مفعول بعینہ دوسرے فعل کے
 واسطی مقدر کرنا پڑیگا اور اگر دوسرے کی ساتھ متعلق کیا جاوے تو یہی مفعول
 بعینہ پہلی کے واسطی مقدر کرنا ہوگا ہر حال ہمارا مدعا حاصل ہے کہ مکتہ کہی
 مفعول کو اس مقام پر حذف کر دیتی ہیں کہ بعد اہم کے اسکا ذکر کیا جائیگا
 اور یہ اکثر فعل کہنے اور فرمانے اور چاہنے میں آتا ہے اگر کہی میں کل آؤں
 فرمائی تو کہنا لاؤں میں چاہتا تو چلا جاتا یعنی اگر آئی کو کہی اور کہنا
 لائی کو فرمائی اور میں چلا جانا چاہتا۔ اور یہ حذف اسواسطی ہوتا ہے کہ جب
 ایک فعل مذکور ہو جاتا ہے تو سامع جان لیتا ہے کہ بیان کوئی ایسی چیز
 مقدر ہے جس سے فعل تعلق رکھتا ہے لیکن اسکی نزدیک مبہم ہی جتنی

مذکور ہوتی ہے تو میں اور واضح ہو جاتا ہوں اور دل میں ایک طرح کی نشست پیدا
 کرتا ہوں پس مثال مذکور میں جس وقت میں اگر چاہتا ہوں کہ وہ اس کے خیال
 کیا کہ کوئی مفعول ہے جو چاہنی سے تعلق رکھتا ہے جب چلا جاتا کہ اس کے
 کو یقین ہو گیا کہ مسئلہ کا مدعا یہی ہے کہ چلا جانا چاہتا تھا مگر کہیں فعل کو مع
 کے حذف کر دیتی ہیں اور معطوف پر کفایت کرتی ہیں چنانچہ کہتی ہیں نہ ہوتا
 ایسی سخت تھی کہ بھیجا کہنی لگا واضح تر مثال یہ ہے کہ تلوار پشت میں پر ہونے
 اور یہ اس ہم کی دفع کرنیکی دھڑکی ہو جاتی کہ مبادا غیر مراد کا ارادہ کیا جاوے
 یعنی مخاطب یہ نہ خیال کری کہ اہم بیان کرنا قطعیت سوار کا ہے نہ پشت میں
 پر ہونے چنانچہ تلوار کا کیونکہ اگر کہا جاتا کہ تلوار سوار کو کانکر پشت میں پر ہونے
 اشتباہ ہوتا کہ شاید مخاطب کا مدعا سوار کا کٹ جانا ہی اور نہ میں پر ہونے
 تلوار کا مبادا غم ہی اور اس کہنی سی یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تلوار کی کٹا سی
 تھی کہ سوار پشت میں کچھ رکھ کر نہ کہی نہ کہی یہ کہ یہ حذف باعتبار عقل
 بر سبیل بیان ہے کیونکہ کوئی چیز جسے چیز میں جا لیں ہوگی جب تک نہ کٹ جاوے
 دوسرے چیز پر تلوار نہیں پہنچ سکتی پس معلوم ہو گیا کہ تلوار جب سوار کو کٹ

این مفعول معلوم ہوتا ہی حذف کردیتی ہیں منشی محمد لطیف صاحب
 مانگی پر دنیا ہی کچھ دینی میں دنیا ہی نہلا + لطف اسمیں ہے میری جان بلکہ
 جو دو + دو کا مفعول خ رہی اور وہ فریقین کو معلوم ہے۔ اور کہی قرینہ نہ کر
 سابقہ پر عطا کر کی مفعول کو خواہ ایک فعل کا ہو یا زیادہ مفعول کا حذف کیے
 ہیں شہید می ایک مینی کب لیا دینی ہی کر تو دو تو دو + خواہ دو بی جن کے
 خواہ دو غنچے کے دو + اور اس سے پہلے یہ شعر ہی سوند و تم دو ہی دو کو
 ال ڈھب کے دو ہی شل مشو بن مطلب کے سو مطلب کے دو + تذہیر کی مقام پر ہی
 اکثر مفعول حذف کردیتی ہیں اور کہی انکار یا نام لینی سی نفرت کر کی مفعول
 کو حذف کردیتی ہیں چنانچہ جب کسی مخالف شی کا ذکر آوی تو کہدتی ہیں لعنت
 بیجو اگر کہا جا کہ لعنت مفعول ہے بیجو کا اور وہ کو رہی پس حذف کیونکہ ہوا
 ہم کہتی ہیں کہ بیجو متقدید مفعول ہے پس ایک مفعول یعنی شی بکروہ مخدوہ
 اور کہی مفعول کو حذف کر کی اوکی مضاف الیہ پر التفاکرتی ہیں منشی محمد
 لطیف صاحب آو میو میری پس اپنی کہو میری سنو + ایسی نفرت ہی
 کا ہیکو ای جان مجھی یعنی آپ چکوگی کہو اور میری کیفیت سنو کہتے کہی مفعول

کو جب سکی شان کا اہتمام منظور ہو ہی تو مقدم کر لیتی ہیں میرے شریفیہ کہ ہاڑی
 تمام عمر ای شیخ + یہ میرا جج کہ اسی شراخانہ کا + چونکہ شریفیہ مکہ بنا لیا م
 عظیم الشان تھا مقدم کیا گیا مگر یہ دس صورتوں میں ہی کہ رہا ہی کی مضمی
 بنارہا ہی لمبی جاوین اور کہی تقدیم مفعول میں تعلیم شان فاعل کے منقول
 ہوتی ہے میرے حسن حبیبی میں یوی مقام + حبیبی چاہی ورنہ میں
 رکھی ملام + حبیبی مفعول اور نہ کہہ ہی ورنہ میں خور و بزرگ شریک میں یعنی
 رہ ایسا عظیم الشان ہے کہ جبکہ چاہی بزرگ ہو یا خور و بخت میں مقام دے
 یا ورنہ میں کہی مکتہ کہی تقدیم مفعول کی محض تخصیص کے وسطی ہوتی ہی
 لا اعلم اسکو تو کہ پڑی مارا ہی شکل اس کا یا نہا ہی اسکو مایا مفعول
 ہے اور یقیناً یہ کم کی تخصیص اس میں پائی جاتی ہی یعنی حاصل اسکو اور قسم سے
 ہے جو کہتی ہیں مہین دیا ہی حبیب مخاطب کو گمان ہو کہ شاید کسی اور کو دے
 ہو اور پھر اسکی یعنی مسند کی مقدم ہونے کی صورت میں مفعول کی تخصیص
 زایل ہو جاتی ہے اور دیا جانا یقینی ہو جاتا ہی مکتہ کہی تقدیم مفعول
 کی حصر کا فائدہ دیتی ہی میرے حسن اوسکی کہی ہاڑی کا بہشت + اوسکی کلہ

و دوزخ اوسى کى بہشت + اسی مرکب ہے اس اور بہی سی کثرت استعمال ہے بہی کی قسط
 ہو گئی اور بہی خود ایک کلمہ ہے جو حصہ وسطی آتا ہے پس اس مثال میں تقدیم اور
 تخصیص و وزن ملکر حصہ فائدہ دیتے ہیں تقدیم تنہا کیونکہ تقدیم ایک ایسا امر ہے
 جو شدت اور ضعف دونوں قبول کر سکتا ہے مگر کہیں مفعول کو اسوجہ حد
 کر دیتی ہیں کہ اوسکی ذکر کر نیکارا دہ ہو جسے ہوتا ہے جو اتقاع فعل کا صریحاً مضمین ہو
 یعنی ایسی جہ پر اوس مفعول کے ذکر کر نیکارا دہ کیا جاتا ہے کہ جب سکود کر کر نیکی
 تو ضرور وہ فعل ہی اوسکی ساتھ نہ گور ہو گا تاکہ اوس مفعول پر کمال اعتنا ظاہر
 کیا جاسی **مشیدی** سوندو تم دوہی دوہی دو کو ولی اک ٹپکے دو نندو کا
 مفعول نہ گور نہیں ہوا اس اعتماد پر کہ اوسکی ذکر کر نیکارا دہ مع ذکر صریح فعل کے
 سولہ سہ مع فعل دو کی مذکور ہوا اور یہ لہذا اس آرزو کا ہے کہ دینی کا فعل بوسہ
 ضرور واقع کیا جانی یعنی تاکہ یہ کمی ضرور بوسہ و چنانچہ تعلیل حد دا و ^{تعلیلی} حصہ
 اس پر دلالت کرتا ہے **مقیم** حصہ تعلیلی کہیں بطریق تسلیم و تنزل کے آتا ہے
 غالب عشق مجنون نہیں جشت ہی سہی سیر می جشت تیری شہرت ہی سہی
 یعنی میں بطریق تغزل کہتا ہوں کہ اگر مجھے عشق نہیں تو جشت ہی سہی اور

کہی تعیل عد کی واسطی آتا ہی جیسا کہ مثال مذکورین سو سی گز کی دو پر کتھا
 کیا نکتہ کہی ظرف کو اسکی متعلقا پر مقدم کر لیتی ہیں اور تقدیم میں اسکی
 شان کا اہتمام منظور ہوتا ہی فوق مسجد میں اونی ہکوا نگہین کہا کی ما
 کا فر کی دیکھو شوخی گھر میں خدا کی مارا اور مسجد چونکہ عظیم الشان تھی اور فعل
 اوسمین واقع ہوا تھا اسلیٰ اسکو مقدم کیا گیا نکتہ کہی ظرف محض تاکید کی واسطی
 آتی ہی تاکہ سامع کو اوسمین ہم نرمی میر حسن لگا پاسی دنا زمین تالفرق
 سرا یا جواہر کی دریا میں غرق ہضمین مصرع اخیر میں تمام کمال آچکا ہی صرح
 اول کا مضمون محض تاکید مدح کی واسطی واقع ہوا ہی تاکہ سامع کو گمان نہ ہو کہ
 یہ مضمون سرسری مذکور ہوا ہی نکتہ کہی حال کو صاحب حال پر حبیب سکی شان
 کا اہتمام منظور ہوا ہی مقدم کر لیتی ہیں نسیم عریان مجھی بلکہ گیارہی کمال اسکی
 جو کہنیچے سزا ہی عریان حال ہے مجھی کا چونکہ جتنا حال کا منظوم تھا اسلیٰ اسکو
 مقدم کیلیا وقایع نگار پنجابی اخبار مثنوی محمد شمس الدین صاحب دہلی
 (خلیج عمان) ایسے وقت عبور ہو کہ بیخبر دشمن پر حملہ کیا جائے (پنجبر کو اسلیٰ مقدم کیا
 کہ اوسی کا بیان ہم تھا نکتہ بعض افعال ایسی ہیں کہ انکی دفعول تہہ ہیں

جیسی کہنا سمجھنا جاننا سمجھنا دنیا وغیرہ مگر سمجھنا اور جاننا اوس صورت میں ہی کہ
 نسبت کے معنی اوس میں ملحوظ ہوں یعنی کھان کرنا وہ متعدی ایک مفعول ہو اور ان
 فعلوں کو اپنی مفعولوں کے ساتھ وہی نسبت جو متعدی ایک مفعول کو اپنی مفعول
 کے ساتھ پس معلوم ہو گیا کہ ان فعلوں میں نسبتیں ہیں اور متعدی ایک مفعول
 میں ایک یا سب گولی ہی کو میں گنبدہ دفن سمجھا + بگولا پہلی نسبت ہی اور گنبدہ
 دوسری نسبت ہے تجرید چاہتی ہیں اور مفعول کرنا منظور ہوا ہی تو پہلی نسبت
 پر ہی لکھا کرتی ہیں میرے محب کو شاعر نہ کہو میرے صاحب نے دروڑ کتنی کئی جمع تو دیوان
 کیا + دیوان کیا کا مفعول اول ہے اور مفعول ثانی یعنی مرتب می بندہ ہی اور ہو سکتا
 کہ فعل کے مع اپنے مفاعیل کے مفعول اول ہو اور ضمیر جو اس جملہ کی طرف راجع ہو
 ہو اور دیوان مفعول ثانی پس یوں ہونگی دروڑ کتنی جمع کئی تو اوکا دیوان
 کیا اور یہ معنی پہلی معنوں کی نسبت اولیٰ ہیں اور در عا متکلم کا نہیں بخوبی پایا
 ہے کیونکہ اوسکو یہ بیان کہ نا منظور ہے کہ میرا ایک شعر ایک اول ہے اور نسبت دسی دروڑ جمع
 ہو گئی تو خود او نہیں دروڑ کا ایک دیوان مرتب ہو گیا اور جیسا کہ مقتضی مدح کا ہو ہی تو
 تقسیم اور شمول افراد کی وسطی مفعول ثانی کو حذف کر دیتی ہیں تقسیم اور شمول افراد

سی یہ عرض ہے کہ جو کچھ ساج دل میں آجائی ہی اس مراد لجا ہی چنانچہ
 کہتی ہیں خدا سب کو تیا ہی یعنی دولت زندگی رزق وغیرہ بھام و کرام الہی کہتے
 کہی ان دونوں مفعولوں میں سے کوئی ایک حقیقت میں صفت یا موصو ہو ہی چو نکہ ارد
 میں موصو کا مرتبہ موخر ہو ہی چاہی کہ جو لفظ موصو ہونی کی حتملاً رکھتا ہو وہ
 موخر نہ کر ہو مگر چونکہ صفت موصو لفظاً واقع نہیں ہوا سو اسلی اگر مقدم
 ہو جائی تو تھانہ ہو ہی اگر دونوں سادی ہوں تو جو لفظ پہلی مفعولیت کی نسبت
 رکھتا ہو اسکو مقدم کرنا چاہی چنانچہ حلیمہ سعدیہ قصید میں ۵۰ مجھی شرمندہ
 نکیمو مٹیا + مجھی حقیقت میں موصو ہی اور شرمندہ اسکی صفت تقدیم و تاخیر کا
 لحاظ اسہیں نہیں کہا گیا اسلی کہ صفت موصو لفظاً نہیں واقع ہوا رہا ان
 مفعول دوم کی شان کا ہتھام منظور ہو دہان و سی کو مقدم کرنا چاہی موصو
 شرمندہ کیا ہے عقیق مینی کو + وحشی کیا آنکھوں نے غزال ختنی کو + حقیقت میں
 شرمندہ و وحشی مفعول دوم ہیں اور مفعول اول کی صفت ہیں لیکن صفت کا
 بیان کرنا شکم کی نزدیک ہم تھا سو اسلی مقدم کیا مکت جان فعل حذف
 کر دتی ہیں اور پہر اسکی تفسیر کرتی ہیں دہان و تاکیدین ہوتی ہیں ایک دہان

جو تکریر فعل یعنی دو دفعہ بیان کرنی سی خواہ لفظاً ہو یا تقدیراً حاصل
 ہوتی ہے دوسرے نسبت مفعولیت کی تکریر سی کیونکہ پہلی تو صراحتاً مذکور
 ہوتا ہی اور دوسرے دفعہ اضمار کی ساتھ اور اہل عرب اس قاعدہ کو ناظم
 عالمہ علی شریطۃ التفسیر کہتی ہیں یعنی یہ وہ مفعول ہی جس کا عامل
 اس شرط پر ضم کر لیا گیا ہی کہ ہر اوسکی تفسیر کجائیگی مثلاً کہتی ہیں زید
 میںے اوسی خوب را مارا فعل اور میںی فاعل اور زید مفعول اور اوسی کا
 مشار الیہ ہے اور مفعول لفظی کا عامل حقیقت میں محذوف ہے تقدیر اوسکی یہ
 کہ میںی زید کو مارا اور اسے خوب پہلا عامل حذف کر دیا اسلئے کہ ہر وہ مذکور
 ہو نیو الا تھا اور ضمیر جو مفعول کی طرف راجع ہو نیو الا تھا عوض اوسکی
 رکھا گیا تا کہ حذف پر دلالت کری اور آمین اور اسناد سببی میں فرق ہے
 کہ اسناد سببی میں فعل مقدر نہیں ہوتا صرف یہ ہوتا ہی کہ معمولی طریق
 اسنادی تجاوز کر کی دوسرے صورت یہ اسناد کرتی ہیں تاکہ ایک غیر مترب
 نعمت حاصل ہو جای اور یہ دونوں قاعدی بظاہر مشابہ ایک دوسرے
 کی نظر آتی ہیں سبب کا یہ کہ علامت مفعولیت کی مفعول حقیقی میں

ہو جب عدہ ہند کی موجود نہیں جیسا کہ عربی زبان میں ہوتی ہی مثلاً
 زکیناً ضرر تبتک منصوبہ ہونا زید کا صراحتہ مفعولیت پر دلالت کرتا ہی
 اور یہ بیان حاصل نہیں اسو اسطی مغلطہ ہو جاتا ہی ہمارے طلباء
 مذکور کے ترجمہ سے ہے

پانچواں باب قصر کی بیامین

قصر کے معنی ہیں ایک چیز کو دوسری کے ساتھ طریق معہود پر مخصوص
 کرنا اور طریق معہود کوئی طرح پر ہے مثلاً عطف اور تشنا وغیرہ ہم ان
 سب کا بیان موقع پر کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ **مکمل** قصر دو نوع
 ہوتا ہی ایک حقیقی جو متجا وز نہیں ہوتا وغیرہ کی طرف ایک اضافی
 جو دوسرے کی امضاقت اور نسبت کی لحاظ سے ہوتا ہی اور ہر ایک
 دونوں میں سے دو نوع ہی ایک قصر صفت کا موصوفہ پر دوسرا موصوفہ
 کا صفت پر چنانچہ کہتی ہیں یہ شاعر ہی ہے یعنی اور کوئی صفت
 نہیں نہیں پائی جاتی سو شاعر ہو کی اور ایسی کلام کا وجود حقیقت

لحاظ سے عرفاً عقلاً متعذر ہی عرفاً تو یہ ہے کہ کوئی چیز ایسی نہیں جسکی
 صفات بیشمار نہ ہوں پر یہ قصر کہ زید میں سو کا شاعری کی اور کوئی
 صفت نہیں کیونکہ صحیح ہو گا عقل کے روی ہی ثابت ہو چکا ہے کہ موجود
 یا واجب الوجود ہی یا ممکن الوجود اور یہ ہی ثابت ہو چکا ہے کہ واجب
 کے صفات بیشمار ہیں اور ممکن نے حد ذاتہ تعدد رکھتا ہے کیونکہ اسکی نسبت
 اور اعتبارات میں تعدد موجود ہے بلکہ بعض علما کا قول ہے کہ ارتفاع
 نقضین کا لازم آجاتا ہے یعنی دونوں نقضین رفع ہو جاتی ہیں اور قائم
 کوئی ہی نہیں رہتی کیونکہ صفت منفیہ ہی البتہ نقیض ہے پس جب جمع
 صفات کی نفی کر دی جائیگی تو لازم ہو گا کہ نفی ہی منفی ہو جا کیونکہ کتاب
 انسان کی صفت ہے اور عدم کتابت ہی ایک صفت ہی اور یہ دونوں
 ایک دوسرے کی نقیض ہیں سو یہ کہنا کہ اور کوئی صفت اس میں نہیں
 یہ بھی ایک صفت ہی اسکی بھی نفی لازم آجاتی ہے اور ارتفاع
 نقضین کا ہو جاتا ہے مگر یہ کہا جائی کہ صفت مراد صفت وجود
 ہے نہ تعدد پر ہی ہ تعذر یعنی موصوف بصفت احد ہوتا ہے

نکتہ پہلا قصر یعنی قصر حقیقی بہت جگہ آتا ہے چنانچہ کہتی ہیں
 حد الیک ہے اور سو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم الانبیاء کی
 نہیں اور یہ قصر حقیقی صحیح ہے نکتہ کہی قصر حقیقی کو مبالغہ
 و سطح بیان کرتے ہیں اور صفات متعدد وہ کو منبر لہ معدوم خیال کرتی ہیں
 سو یہ کہی قصر موصوفہ کا صفت پر ہوتا ہے چنانچہ کہتی ہیں زید دیوانہ
 ہی ہے یعنی او جتنی صفا ہیں دیوانگی کے اسی مغلوب ہو گئی ہیں کہ گویا
 معدوم ہیں اور کہی قصر صفت کا موصوف پر ہوتا ہے مثلاً زید ہی شاعر
 ہے غالب جنس بازاری معاصی سدا سدا سدا کہ سوا تیری کوئی
 اور کا خریدار نہیں ہمارا مطلب ہے تیری سی یعنی اور خریدار اسکی
 ایسی حقیر ہو گئی ہیں کہ گویا نہیں ہیں اور قصر حقیقی اور غیر حقیقی میں
 فرق یہ ہے کہ حقیقی میں مستحکم کی نزدیک جمیع صفات مسلوب ہو ہیں
 اور شہرہ از میں نہیں ہوتی کہ مخاطب اور او یا قلب لغتیں کا
 اعتبار کری اور یہ سلب مقتضی اس بات کا ہے کہ تعدد صفات نہ ہو
 اور غیر حقیقی میں وجہ ہے کہ ان تینوں میں سے کسی ایک کا اعتبار کیا جا

اور علام تعدد صفات کو اوس میں خل نہیں نکلتے۔ نصر غیر حقیقی یا تو مخصوص
کرنا ایک چیز معبود کا ہی دوسرے چیز کے ساتھ جو اوسکی برخلاف ہو یا
مخصوص کرنا ایک امر کا ہی دوسرے کی جگہ پس اگر پہلی میں مخاطب شے کرتے
کا اعتماد کرتا ہو تو مستحکم کے کلام میں مطلوب قصر افراد ہی خیال کیا
زید تنہا آیا ہی مخاطب کے اعتقاد تھا کہ زید او عمرو دونوں آلی ہوئے
مستحکم نے کہہ دیا کہ زید تنہا آیا ہی و مخاطب کا اعتقاد باطل کر دیا اگر
مخاطب اعتقاد شرکت کا نہ کرتا ہو بلکہ اشتباہ ہو تو قصر یقین ہے مثلاً
زید بیٹھا ہی عمرو مخاطب جانتا تھا کہ دونوں میں سے کوئی ایک بیٹھا ہے
لیکن اشتباہ یقین میں تھا کہ معلوم نہیں کہ دونوں میں سے کون بیٹھا
ہے سو مستحکم نے یقین کہہ دیا کہ زید بیٹھا ہی اور اگر مخالف ہو تو قصر قلب
اور بیان وجہ ہے کہ مخاطب معنوم کلام مستحکم کی برعکس اعتقاد
رکھتا ہو مثلاً زید گیا ہی عمرو مخاطب جانتا تھا کہ عمرو گیا ہی اور مستحکم کی
کلام کا معنوم ہی کہ زید گیا ہی و مخاطب سبکی برعکس اعتقاد کرتا
ہے اگر کہا جاوی کہ بیان ایک اور قسم بن سکتی ہی کیونکہ جیسا مع کو

تردد زید اور عمرو کی آنی میں ہوا اور متکلم کہی کہ زید آیا ہی عمرو بلکہ بکر آیا
 پس یہ نہ تو قصر قلب ہے نہ قصر تعین کیونکہ قصر قلب میں شرط ہی کہ مخاطب کو
 کلام متکلم کی عکس اعتقاد کہتا ہوا و قصر تعین میں شرط ہی کہ تصور موجود ہوا و
 اشتباہ میں باہین ہو کہ آیا کو شخص دونوں میں سی آیا ہی سو یہاں تو بکر کا
 مخاطب کو تصور ہی تھا اسکا جواب یہی کہ اگر سامع کو تردد اس بات میں تھا کہ جو
 شخص آیا ہی نہ یہی بلکہ ورنہ دونوں میں سے ایک کے سوا اور کوئی شخص نہیں
 پس اس وقت یہ قصر قلب ہے گا کیونکہ متکلم کا کلام سامع کی اعتقاد کی عکس ہے
 اور اگر رساوات کا ارادہ کہتا تھا کہ زید آیا ہی یا بکر یا عمرو یا کوئی اور شخص پس
 قصر تعین ہوگا بلاشبہ کیونکہ اسکا خاص یہ مطلب تھا کہ زید ہی آوی عمرو
 یا بکر بلکہ اسکا یہ مطلب تھا کہ کوئی ہو او مقصد اسکا طلب تعین اور رفع اشتباہ
 تھا سو وہ بکر کی کہنی سے حاصل ہو گیا اگر اس صورت میں اسکا جواب مشکل ہے
 کہ سامع خالی الذہن ہو اور ان دونوں میں سے کسی کا تصور نہ کہتا ہو پھر ہی
 کہہ سکتی ہیں کہ اس قسم کی مثالیں بہت کم واقع ہوتی ہیں یہی ہی مختصر بیان
 قصر افراد و قصر تعین اور قصر قلب کا نکتہ ہے قصر افراد میں جو قصر موصوفہ

صفت پر ہو شرط ہی کہ دون صفات باہم منافی و متباہین ہوں پس اس
صورت میں یہ نہیں کہا جاوے گا کہ زید بینا ہی تا بینا کیونکہ قصر افراد میں شرط ہے
کہ مخاطب اعتقاد شرکت کا رکھتا ہو اور کوئی حائل یہ اعتقاد نہیں کر سکتا کہ زید
ایک ہی حالت میں بینا ہے اور تا بینا ہی تو قصر قلب میں شرط ہے کہ مخاطب
ایسی معنوں کا اعتقاد رکھتا ہو کہ ایک نوع کا تقابل و تین یا چار و چار
نہیں کہا جا سکتا کہ زید کڑا ہی شاعر کیونکہ قصر قلب میں شرط ہے کہ مخاطب
مفہوم کلام مشکل کی برعکس اعتقاد رکھتا ہو اور یہ وہ صورت میں ممکن ہے کہ
دونوں امر ایسی ہوں کہ ان میں ایک نفع کا تقابل یا چاروی جیسا کہ کمیز
زید کڑا ہی بینا اور شاعری ایک صفت علیحدہ ہے اور کڑا ہونا علیحدہ ہے
دونوں میں کوئی نسبت نہیں آسکتی قصر تعین کا حکم ہے نہ کہ قصر کسی
طرح پر آتا ہی نہ مجملہ و سکی عطف سے جو کلمہ نہ کی ساتھ نہ کہ ہوتا ہی جیسا کہ کہتی ہیں
زید کالا ہی نہ گورا اور یہ قصر موصو کا صفت پر اور قصر صفت کا موصو ہے
یہ ہے زید شاعر ہی عمر و اور افراد و قلب و تعین مجہول معلوم ہو سکتی ہیں
مجملہ و سکی نفی اور استثناء ہی ذوق نہ آیا خاک ہی رستہ سمجھ میں عمر رفتہ

مگر سمجھتی تو ذرا غصیت کو نقش یا سمجھی + مستثنیٰ میں بیت میں خاک ہی ہے
 معنی فارسی میں مہج ہی اور مستثنیٰ مصرع ثانی جو بعد حرف تشنہ کی واقع ہوا
 مکتبہ اصل یہ ہے کہ مستثنیٰ منہ مقدم ہو اگر کیونکہ مستثنیٰ اس سے پیدا ہوتا
 ہی اور وہ بجایا یا یکے سے جمی ہو سنی مقدم ہو نا چاہی مگر کہی ہو خری ہو جاتا
 ہے **غالب** جنس بازاری معاصی سا لہذا ہند کہ سواتیری کوئی اور کا خرید
 نہیں کوئی مستثنیٰ منہ ہی اور تیری تشنیٰ اور فائدہ تقدیم میں یہ ہے کہ مستثنیٰ
 عظیم الشان تھا اور کا ذکر مقدم کیا گیا **مکتبہ** اصل مستثنیٰ میں یہ ہے کہ تشنہ
 متصل ہو یعنی تشنیٰ تشنیٰ منہ کی جنس میں داخل ہو چنانچہ سب لوگ لگتی
 مگر زیادہ نہیں آیا سب لگ تشنیٰ منہ ہر از یہ تشنیٰ سو یہ نون یک جنس میں اور
 کہی تشنیٰ غیر جنس ہی ہوتا ہی سو یہ ہو اسطی ہوتا ہی کہ مستثنیٰ کی دخول کا
 مستثنیٰ میں ایہام اور میں ہوتا ہی میر حسن نہ انسان جو ان نہ حیوان ہے
 فقط اک کف دست میدان ہے مگر سچ میں اس کی ہے اک کنواں کہ آہو کا آہو
 ہے اور بجا دہوان + انسان حیوان مستثنیٰ منہ میں اور کنواں تشنیٰ سو یہ
 غیر جنس میں۔ بعض کا قول ہے کہ مستثنیٰ منہ میدان ہے اور وہ کنوین کی

انہیں میں داخل ہے سو یہ رست نہیں کیونکہ بیان نفی اور اشتنا شرط ہی ہے
 اگر تثنی منہ منفی ہو تو تثنی مثبت ہوتا ہے اور اگر مثبت ہوگا تو یہ ضروری
 ہوگا بیان ہونے پر مثبت ہیں اور انسان و حیوان جو نفی ہیں اور کنوان مثبت لبتہ
 متثنی اور تثنی منہ بن سکتی ہیں اگر کہا جاتی کہ میرے کچے شعر خدا جانی اب
 اس میں کیا بیدار + یہ کہتی ہیں جہتوں کی امید ہی + میں متثنی متثنی منہ دوزخ
 مثبت ہیں تو ہم کہتی ہیں بیان اشتنا نہیں بلکہ ہند را کہ ہی اور وہ دفع ہم
 کے واسطی آتا ہے جب پہلا مصرع متکلم نے بیان کیا تو اس کے مخاطب کو ہم پیدا
 ہو گیا کہ شاید یہی بات متکلم کو کہنی منظور ہی سو وہ کہہ چکا متکلم نے اب کا ہم
 دفع کر نیکی لہی ایک کلام حصہ کلمہ استہراک شروع کیا اور اگر اشتنا ہی تسلیم کیا
 تو یہی رست ہو سکتا ہے لیکن ہو سکتی تاویل کیا دیکھی کہ یہ کلمہ خدا جانی خود منفی
 اور اول و کا یہ ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا پس تثنی منہ ہوگا اور اسی قسم
 ہے میرے کچے خبر ہوش و تاب تو ان لیکن اپنی دل ہی تو کیا تثنی منہ بیان
 خیر جس ہے اور اگر متثنی منہ بیان نفی جو بقدر ہی نہیں آیا جادوی تو اس
 میں خول و کا اس میں درست ہے، اور اشتنا متصلہ ہو جائیگی لیکن یہ اتصال

ادعا کی ہوگا یعنی ادھا کیا جای کہ صبر و ہوش و تاب تو ان دروغ سبقت
 تھی انہیں سے فقط دروغ باقی ہے اور سب غلطی گئی باقی کلمات آتش کو اسی قیاس
 کر لیا جا ہیئے منجملہ کے کلمہ ہی ہے بادل کسو و ثانی زندہ جو مفید منہی حصر
 ہے **دوق** کام یہ تیرا ہی تھا اسی بر جنت پہنچے + ورنہ جا دروغ عصیان
 میرا دامن چھوڑ کر یعنی سوا تیر ہی اور کس کا کام نہ تھا۔ اسی قسم سی **کشت**
 دل ہی تو ہی سنگ و خشت درد بہر نہ آئی کیونکہ روئین گے ہم ہزار بار کدو
 ہمیں مثال کیونکہ یعنی دل ہی جس کے صفت یہ کہ درد بہر آیا کرتا ہے
 اور یہ قصر قلب ہے **دقیقہ** کلمہ ہی جب بعض صنایع فصلہ کی ساتھ
 ملحق ہو جاتا ہی تو حرف ہے اور سین سے ساقط کر دیتی ہیں میرے ہتھاکہ
 اندون و ستان مژدگی غم تھی خو نقشان وہی آفتِ دل عاشقان
 کسی وقت ہمیں ہی یار تھا + نہ ہی اصل میں وہ ہی ہے وصل کی جا
 میں جے ساقط ہو گئی اور یہ بھی ہو سکتا ہی کہ وہ کی ہے ساقط ہو گئی
 اور لفظ اس کے ساتھ ہی ملحق ہو کر ہے ساقط ہو جاتی ہے **میرن**
 اوی کا ہی کعبہ اوی کشت + اوی کا ہی دوزخ اوی کا بہشت + جب تم

کہے نہ اتنا سکا احقاق ہوتا ہی تو اسقاط ہی کا عمل میں نہیں آتا بلکہ ایک
 غنہ اسکی اخیر میں یادہ کر دیتے ہیں میر حسن تہیں نے تو چہر کا تنہا مجھ پر گلا
 اور یہ کہ ساتھ ملتی کرنے سے ہی ہی ساقط کیجاتی ہے اور یہی کہہ دیتی ہیں
 یہ لفظ کبھی اسبہ بدون الحاق رابطہ کی مفید معنی قصر ہوتا ہی میر گڑھی
 یونہی غم کے بارے ہم تو یہی آجکل سد ہار ہی ہم + یعنی آج ہی کل میں سد ہار
 اور پر سون ہونے پاویگی منجملہ انکی یہ کہ بعد نقی این و آن کے ایک شی کا
 اثبات فکر کریں جیسا کہتی ہیں نہ چاندی ہی نہ سونا بلکہ راگاہی غالب
 ویرنیں حرم نہیں درنیں آستان نہیں بیٹی ہیں گزریہ ہم کیوں نہیں
 ستالی کیوں یعنی صرف گزریہ بیٹی ہیں اور کہیں نہیں اور اسی قسم سی ہے
 نیاز نہ تو زمانہ تو زمین باجور ہی سو پخیری ہے + یعنی فقط پخیری ہی
 کچھ نہ ما اور اسی قسم سی ہے میر حسن منظور سر نہ کا بل سے کام نظرین
 وہی پرو بختی کی شام منجملہ انکے لفظ خاص تنہا فقط اکیلا صرف
 محض وغیرہ میں چنانچہ کہتی ہیں یہ کتاب خاص بی کی لکھی ہوئے میر
 فقط کان میں کہیالے پڑا + کہی تو کہ تھا کہے مالا پڑا + زید تھا لکھا

وہ اکیلا آیا ہے + صرف اوسنی روپیہ دخل کیا ہی محض کا غذا اوسنی ہیجا
 نکتہ مبیہ کہ مبتدا و خبر میں قصہ واقع ہوتا ہی مبیہ ہی فعل و فاعل
 و مفعول وغیرہ میں واقع ہوتا ہی چنانچہ اشلہ مذکور ہے واضح ہی نکتہ
 اشتہار میں مقصود علیہ حرف اشتہاسی ہو خیر ہوتا ہی و اصل فاعل وہ ہے
 کہ حرف اشتہا خود مقصود علیہ ہوتا ہی چنانچہ سوامی نیکی اور سیکہ ہینز
 مارا + زید مقصود علیہ ہے استثنیٰ منہ عام ہونا چاہی تاکہ اخراج اوس
 ثابت ہو جا اور یہ ہی شرط ہی کہ مستثنیٰ منہ جنس و صفت میں تثنیٰ سے
 مناسبت کہتا ہو چنانچہ مثال مذکور میں کیو مستثنیٰ منہ ہی اور وہ عام ہے
 زید کا اخراج اوس سے ہو سکتا ہی اور جب تثنیٰ منہ کی نفی کی جاتی ہے تو قصہ
 پیدا ہو جاتا ہی کیونکہ سو استثنیٰ کی جنس مذکور میں کوئی شامل نہیں رہتا

چھٹا باب انشا کے بیان میں

نکتہ اگر جملہ انشائیہ متضمن طلب ہے تو یہ لحاظ اوس میں ضرور
 رکھنا چاہیے کہ طلب کے وقت مطلوب بغیر حاصل حاصل ہو سکے کیونکہ
 تحصیل حاصل کی محال ہے چنانچہ مردہ کو کہیں تو مر جا تو یہ محال ہے

کیونکہ مراد ہو کیا مرگیا غرض یہ ہے کہ طلب کے جتنے قسم ہیں سب
 میں یہ عایت ضرور ہونی چاہیے پس اگر مطلوب ایسا ہی کہ پہلے حال
 ہو چکا ہے تو ایسی موقع پر اسکو اپنی حقیقی معنوی پر حل نہیں کرتے بلکہ
 اسکی اور معنی لی جاتی ہیں چنانچہ اس قسم **م انکار** ^{الحقیقۃ} **ری** کہ فی
 خبر ہے لیکن بظاہر انشاء ہے اور نکتہ عامہ میں یہ ہے کہ مطلب اس قدر
 واضح ہی کہ گویا مخاطب بھی دیکھ جانتا ہے یہاں تک متکلم اس
 مطلب کا اس سے سوال کرتا ہی **ت** انشاء کی قسم بہت ہیں بخلہ
 انکی تمثیل ہے اور لفظ اسکی یہ ہیں کاش کا شکلی اور متناہ
 شرط نہیں کہ متمنی ممکن الوجود ہی ہو کیونکہ اکثر اوقات انسان طلب
 محال کی بھی کر لیتا ہی اور وہ محال یا محال عقلی ہوگا چنانچہ کاش
 سوچ نہ نکلتا ہی کاش میں دنیا میں آتا یا محال عادت چنانچہ
 کاش میں ہمیشہ سوتا رہتا اور کبھی متمنی ممکن ہی ہوتا ہی **ع**
 قہ ہو یا بلا ہو جو کچھ ہو + کاشکی تم سر لئے ہو + ایک شخص کا
 کیسے لی ہونا ممکن ہے میر حسن سبھی کاش اس وقت میں کہ لکھ

جیون میں اگر تیری گے مروں لفظ کاش کے ابتدا میں کہی
 نذا ہی اید ہوتا ہی مجھ کی مثالیں گز چکین مزید کی یہ
 جانا پڑا قریب کے در پر ہزار بار + اسی کاش جانتا نہ تری گز کو میں +
 خدا کری ہی تمنا کی واسطی آتا ہی **غالب** غالب خدا کری کہ سوار سمند
 ناز + دیکھوں علی بہادر عالی گھر کو میں + خدا وہ دن کری ہی تمنا
 کے واسطی آتا ہی **فوق** یا نکلے آیکسا مقرر قاصدا وہ دن کرے
 جو تو مانگیگا تجھی فوق کا خدا وہ دن کری اس میں تمہنی وہی حملہ ہوتا
 جو اسم اشارہ کا اشاریہ ہو اصل تو یہ ہے کہ خدا وہ دن کری خدا کری
 میں سے ماخوذ ہی سین اور اس میں کچھ فرق نہیں علی ہذا القیاس
 اللہ کری ہی **۵** اللہ کری کہ تو ہی گرفتار عشق ہو + چہن جا
 تیرا ہی تیرا حکم کہیں ان دنوں میں سو اختلاف لغت کی کہ
 وہ فارسی اور یہ عربی اور کچھ فرق نہیں شاید اور مگر ہی تمنا
 واسطی آتی ہیں مگر اس وقت و نکلے اصلی معنوں کے انحراف کے ماضی
 ہے **میر حسن** مگر غنچہ سان کچھ کہلی میر دل + کہ غم نے کیا ہے

نہایت مشکل مگر بیان اس صورت میں درست ہو گا کہ شک کی معنی
 میں مستقل نہ ہو نہ ہماری مدعا سی خارج ہو مگر تجملہ او کی استفہام
 ہے اور وہ دو قسم ہے ایک تحقیقی دوسرا انکاری اور حقیقت میں
 استفہام خیر ہوتا ہی لیکن بظاہر انشا نظر آتا ہے اور نکتہ آہمین
 وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کلمات جو استفہام کی واسطے
 موضوع ہیں یہ ہیں آیا کیا کون کیوں کیسے کس طرح کیونکر
 کیسے یا کیسا کب کون کہاں کتنی کس قدر مگر جو شک کی نحو
 موضوع ہے کہی استفہام کی واسطی ہی آجاتا ہی گو نکتہ
 آیا کہی طلب تصور کے واسطی آتا ہی چنانچہ کہتی ہیں یا یا فط جی آئے
 ہیں یا نشی جی اور کہی طلب تصدیق کی واسطی آتا ہے جیسا کہ کہتے
 ہیں آیا تم نے زید کو مارا ہی یا بکر کو اور فرق تصور و تصدیق میں
 بحسب این معلوم ہوتا ہی کیونکہ اگر ذات فعل میں شک ہے اور
 اسکی طلب ارادہ کیا جاتا ہے تو مخاطب طلب تصدیق صدور
 فعل کی ہوگی اور ذات فعل سے مراد وہ ضرب ہے جو مخاطب سے ملتا

ہو کر زید کے اوپر واقع ہوئی اور طلب تصور اسکے برخلاف ہوتا ہے
 یعنی ہمیں ذات فعل کا صدقہ و مستحق ہوتا ہے لیکن طلب تصورِ فاعل
 مستطور ہوتی ہے نہ کہ فاعلِ فاعل کا مستحق ہے کہ کلہ آیا قضا یا
 شرطیہ منفصلہ پر کیا کرے اور انفصال کا لحاظ بھی اس میں ضرور ہو گا
 دوسرا جزو دو بیان نہوا اور قضیہ ایک بات ہی جسکی کہنی والیکو سچا
 یا جھوٹا کہہ سکتی ہیں اور وہ تین قسم ہے ایک حملیہ دوسرا شرطیہ
 متصلہ تیسرا شرطیہ منفصلہ اگر محکوم علیہ و محکوم بہ مفرد ہوں گی
 تو اسکو حملیہ کہیں گے اگر مفرد نہ ہوں تو اسکی دو حالتیں ہیں اگر حکم
 باتصال ہے تو شرطیہ متصلہ کہیں گے اور اگر حکم بانفصال ہے تو شرطیہ
 منفصلہ انفصال سے یہ مراد کہ شرطیہ میں جو دو متین پائی جاتی
 ہیں وہ ہر ایک ایک دوسرے کی ہوں صدق اور کذب میں یعنی دونوں
 صادق تشکیل دے نہ دونوں کاذب نہیں مثلاً کہیں کہ یہ عدد
 جفت ہی یا طاق جس عدد کو خیال کرو گی وہ دونوں حالتوں میں
 سے ایک ضرور کہتا ہو گا نہ یہ کہ جفت ہی

یا سخت طاق کچھ بھی نہ ہو پس کلمہ آیا ایسی ہی قضیہ نہ آیا کرتا ہے
 چنانچہ آیا یہ عدد و مرجع ہے یا فرد۔ آیا زید سونا ہی یا جاگتا اور یا
 قضیہ کا دوسرا جزو جزو اول کے قرینہ سی معلوم ہو سکتا ہے چنانچہ
 آیا زید آیا ہے ایک ایسا قضیہ ہے کہ اسکا جزو ثانی مذکور نہیں مگر جزو
 اول سے معلوم ہو سکتا ہے اور طریق اسکی دریافت کر نکال دیا ہے
 کہ اگر شک نفس فعل میں ہوگا تو جزو ثانی لامحالہ (یا نہیں آیا ہوگا)
 اور اگر فاعل میں شک ہے تو دوسرا جزو (یا عمرو) ہوگا اور اگر مفعول
 میں شک ہوگا تو بھی دوسرا جزو (یا عمرو) ہی ہوگا اور کیا اور
 کون طلب تصور کے واسطے آتے ہیں پہلا غیر ذوی العقول میں مستعمل
 ہوتا ہے اور دوسرا ذوی العقول میں اور نیز پہلا طلب عام اور طلب
 ماہیت کی واسطے خواہ حقیقت ہو چنانچہ یہ کیا چیز ہے متکلم کو
 اس کلام سے تصور ماہیت کا مطلوب ہے یا ادعاء یعنی باوجود
 علم کے کسی چیز کی ماہیت سے سوال کیا جاتا ہے چنانچہ ^{چہ} ^{پوچھا}
 سمجھ کیا ہو کیا ہی عشق و سچ تو یوں ہے بری بلا ہے عشق +

اور دوسرا سو اسی محل اعلام یا مشابہ محل اعلام کے اور جبہ مستعمل نہیں ہوتا
 چنانچہ کون آتا ہی یہ کسکی یا چونکے آواز ہے + ہر صدک یا مین بکر
 سو طرح کا ناز ہے + اور یہ مشابہ محل اعلام مین مستعمل ہوا ہی مگر کوتاہ
 جو مرکب ہے کون اور ساسی غیر ذوی العقول پر ہی متعمل ہو سکتا ہی اور
 مطلب اس سے بھی طلب تصور ہوتا ہے چنانچہ کہتی ہیں نواب صاحب کا
 کوتاہ یا غصہ - زید کا گھوڑا کوتاہ ہی کو سنی کتاب پڑھتی ہوا اور کوتاہ
 ہی اسی کے قریب ہے لیکن یہ عام مین بلکہ خاص اس چیز کا تصور
 اس کے مطلب ہوتا ہی جو کسی عدد کی طرف منسوب ہو جیسا کہ کہیں آج
 کو تھی تاریخ ہے کوتاہ مینا ہی کلمت کہی گیا اور کون طلب تصدیق
 کے واسطی آتی جاتی ہیں چنانچہ اتعنا م انکاری جو ادعای محال و ضوح
 مطلب کے واسطی آتا ہی یعنی مطلب بیانیٹ واضح ہوتا ہی کہ مخاطب ہی
 اسکو جانتا ہی اور پھر اس سے سوال کرتا ہے ذوق کیا فایده فکر بیٹر
 و کم سی ہوگا + ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہمسی ہوگا + جان صاحب
 کون کہتا ہے ہمسی بولو تم + موندہ تو گھوگٹ سی اپنا کہو لو تم نکمہ

کیون کسلی کسو سطلی طلب سبب کے واسطی آتے ہیں ذوق شانہ کالی
 چاک پسند آئیو آیا + کسو سطلی ان سینہ فگاروں کے تو کیئے مغالب
 کہیں نظر نہ لگی اوسکی دست باز دکو + یہ لوگ کیون مری خم جگر کو
 دیکھتی ہیں + کس طرح کیونکر طلب وضع کے واسطی آتے ہیں **کسب**
 فراق یار میں تسکین نہ ہو تو کیونکر ہو ذوق ابر حمت ہی تجھی
 اسدم لگا دی تو جھڑی + کہتی ہیں جانیکو وہ دیکھیں تو کیونکر جائیگر
 او کس طرح اور کیونکر دونوں ایک دوسری کی جگہ آسکتی ہیں سطلی
 ایک ہی کی مثال پر اکٹفا کیا گیا + کیسی طلب وضع کی واسطی آتا
شہیدی در پہ وہ ستم ہم پہ کہ جاتی ہیں کسی + جبے چو تو
 پر صاف مکر جاتے ہیں کسی + کیسا طلب کیفیت کی واسطی آتا ہے
ذوق ہماری نفس پہ تنگامہ کیون ہے اسی قابل + اوٹھا ہی قصہ یہ
 بعد انفصال کے کیسا + کس طلب تعین کے واسطی آتا ہی مثلاً کسکو
 دھونڈتی ہو اور دو العقول اور غیر ذوی العقول اس میں مساوی ہیں
ذوق یگیاد دل کون میرا ذوق کسکا نام لون سامنی آجائی شانہ

بتا دون کیکرہ + ولہ کس دم نہیں ہوتا قلق سحر ہے مجھ کو + کس وقت میرا
 ہونہ کو کلیجہ نہیں آتا + کب طلب تعین زمانہ کی واسطی آتا ہی میرے
 قلق دل پہ یعنی کئی روز کب ملی مجھے شمع شب فروز کب فوق
 عبث ہی جان لہو نہر منظر وہ شوخ کب آیا + اگر چہلم ہی یا تو ہم جا
 اب آیا + اور یہی تفہام انکاری ہے کبھی طلب تعین صد فعل کے
 واسطی آتا ہی میرے میرا آگے آپ میں ہی کہو + سخت شتاق میں تہا
 ہم + اور کہو اور کہی دون ایک ہی میں فرق صرف یہی ہے کہ پہلا
 پہلے زمانہ میں متعل تھا اور اب سکا محاورہ متروک ہو گیا ہی اور کبھی
 یعنی گاہ گاہ متعل ہوتا ہی اور اکثر اوقات ایسی موقع پر تکرار کے ساتھ
 بولتی ہیں اور کہی وقت غیر معین کے معنی دیتا ہی میرے کبھی جا نیکی جاؤ
 صبا تو یہ کہیں اوس سے کہ میوفا + مگر ایک میر شکستہ پاتری باغ تہا
 میں خارتھا + اور کہی یعنی زہنا روہر گز ہی آتا ہے لیکن یہ جملہ
 میں آتا ہی کہاں طلب تعین مکان کے واسطی متعل ہوتا ہی
 لئی پرتی ہے بلبل چونچ میں گل + شہید ناز کی تربت کہاں ہے

کتب کہی کہان کہی محض تنہا کی واسطی جاتی ہیں لذت شناسان سخن
 اشلہ مرقومہ سے ذوق وافر و خط کامل اوٹھا سکتی ہیں کہ ہر طلب پیر
 جہت واسطی متعل ہو تا ہے ہمیں حسن و بیکر نو جوان میں کہ ہر جان
 پیر و نظر تو فی مجہیز کی بنیاد کتنی طلب کمیت عدد واسطی آتا ہے مثلاً
 کہتی ہیں کتنی بلکے روپیہ میں مگر طلب تصدیق کی واسطی آتا ہے ہمیں
 کہو جائیگی جو ادھر صبا تو یہ کہیو اس سے کہ بیفا + مگر ایک میر شکستہ پاتری
 مانع تازہ میں خارتا + چونکہ لفظ مگر سی شک کے معنی حاصل ہوتی ہیں
 اور شک موجب استغنام کا ہوتا ہی اس سبب کہی کہی ان معنوں میں
 متعل ہو جاتا ہی کہیں کہی افادہ استغنام کا ہی تیا ہی فوق زیادہ
 ہوگا توکل سی ہی کہیں زندہ + کہ اس میں آ یا نورنگ ہی اور زمین + وزہ + او
 یہ استغنام انخاری ہے اور کہی محض تنہا کی واسطی آتا ہی لمولفہ کہیں
 اور تی سی قاصد باد صبا فراموش کی اسکی سنادی مجھی کہیں تو ہی نسیم در کو
 پہنچ و نقاب لٹ کی کہادی مجھی سو و اسنو اتری فریاد سی انگو
 کئی رات + آئی ہے سحر بھو کو ظالم کہیں مر ہی اور کہی مقام عدم عقین مکان

کو دیکھتے ہیں کہہی استفہام افادہ تعظیم کا کرتا ہی فوق شہ ق میں
 اوس میں جہین کے انجم چرخ + مجھنی رانی میں انگین نکال کے کیسا + یعنی
 ڈرائی میں آدسی قسم سی ہے جو کہتی میں کیسی کیسی بادشاہ گزر حکم
 یعنی بڑی بڑی عالی رتبہ اور صاحب اقتدار اور کہی فائدہ حسین کا دیا ہی
محیط صاحب فائدہ میں سے واہر جلوہ دیدار صنم کیا کہنا +
 حق کا تماشا نظر آیا مجھ کو + یعنی میں تیری صفت بیان نہیں کر سکتا
 ادنیٰ یہ ہے کہ تو فی مجھ قدرت حق کا تماشا دکھایا اور صنم اور حق میں
 صنعت اخلاص اور یہ صنایع بدعی میں ہے اسی قسم سی ہے فوق
 نمود خال کی تو زیر ابروی یار + ستارہ نکلا ہی نیچی ہلال کے کیسا + یعنی
 نہایت عمدہ ہی اور کہی تحقیر کے وسطی مستعل ہوتا ہی چنانچہ فوق
 کیا فائدہ فکر بیش کم سی ہوگا + ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہمسی ہوگا
 ہر اکیالت پہ کہتی ہو تم کہ تو کیا ہی تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہی +
مکت جب کلید ہر یاد سکا قایم مقام کلمات استفہام میں کسی
 ایک کے ساتھ متصل ہو جاتا ہی تو اوسکو اپنی اصلی معنوں سے منتقل کر دیتا ہے

اور نئی معنی و معنی پیدا کر دیتا ہے بعض کلمات انہیں سے اس وقت حکم شرط کا
 پیدا کرتے ہیں قائم مقام کہنی سی ہمارا بیہ عاہی بعض کلمات استفہام
 کے ایسی ہیں کہ اگر انکی حرف اول کو جیم سی بدل دیں تو وہی فائدہ نیکی جو
 فارسی میں کلمہ ہر دیتا ہے اور اس سے ایک نوع کی تعمیر حاصل ہوتی ہے مثلاً
 کونسا جو نسا کسلیسی حبلی کسطح حبطح کیسی حبسی کیسا حبسا حب
 کہان جہان کتنی جتنی کسقد جقد رگد ہر جد ہر کمتہ منجمہ انشاکی پاک
 اصر ہے اور وہ موضوع ہی کسی چیز کی طلب کے واسطی جو بطریق استدلال و
 کیجائے اور دلیل استدلال و بزرگی کی یہی ہے کہ جب جامع امر کے صیغہ کو سنتا
 ہے تو اسکی ذہن میں الفور گزرتا ہے کہ متکلم مجھ کو اس کام کے واسطی مامور
 کرتا ہے اور خود آمر بنتا ہے اور شک نہیں کہ آمر مامور سی بزرگ تر ہوتا ہے
 صیغہ امر کا امر کے سوا کبھی اور معنوں میں ہی مستقل ہوتا ہے سو وہ کبھی
 استوکیے طور پر ہوتا ہے مثلاً اقبال اپنی قرص دار و سج کی اصل د وندو
 سو د ویدو یعنی اصل کا دنیا دنیا مساوی ہے کبھی عالمی طور پر لشمیم
 یارب مرغی خامہ کو زبان کو منقار ہزارستان کو کبھی تنہا کی لئی

آتا ہی لشیخ بلبل تو چپک اگر خیر ہے گل تو ہی مہکتا کہ ہر + بجا دلی
 کو کمال اشتیاق ہے کہ گل کا سراغ کہیں سے لے سلی بلبل اور گل سے پتا بتا
 کی درخواست کرتی ہے اور محال ہے کہ یہ مومن پتا بتا سکین لیکن چونکہ
 کمال اشتیاق پر مجبور ہے اسلی ہم اسکو شنی کہیں گے نہ تر جی اور کبھی ضر
 کے واسطی آتا ہی اور عرض کے معنی ہیں بسبیل عجز و نسا کہ نسی کا طلب کرنا
 اس حیثیت سے کہ دعا کی درجہ کو نہ پہنچ جائے کیونکہ خواہ مخواہ کا ہی لشیخ
 کی عرض ضما ہی جو خوشی ہو + عاشق کی سزا جو چہتی ہو + مشکین + نون
 سے مشکین کسوا + کالی ناگون سے مہکوا + سوا + تلو + اسی ہو جو قتل منظور
 ابرو کے اشارہ سے کروچو + زندا نین جو زندہ بھیجا ہو اپنی دل تنگ میں جگڑ
 اور اسی مقام میں کہی برابر ہی ہی منظور ہوتی ہے جیسا کہ اپنے ہم تہہ ہی کہیں
 آئی بیٹھے۔ تھیرے وغیرہ اس مسم کو علمای نازی التماس کہتی ہیں مگر
 معاورہ اہل ہند و فارس میں التماس اس طلب کہ کہتی ہیں جو خود بزرگ
 سے کریں اور کہی کمال اشتیاق کے سبب ام محال پر ہی صیغہ امر کا استعمال
 کرتے ہیں مولف اس کو چہ میں میں فرش جہان دیدہ + عاشق +

فایض تجھے چلنا ہی تو آنگھوں ہی کے بل چل + آنگھو کے بل چلنا ایک امر محال
 مگر ادب و تعظیم کو چھلکار کا جو عاشق کو کمال خیال ہے اسطی ایسا کہا گیا اور
 تمنا کی واسطی جو امر کا صیغہ استعمال کیا جاتا ہے وہ بھی اسی قسم سے ہے اور امر
 کہی تجھ کو ایک واسطی بھی آتا ہے فوق نہیں شیشہ می ہے کسی میخو کا دل
 محتسب نہ کہ نہ دل شکنی خوب نہیں ہمارا مطلب کہ یہ ہے اور کہی جو قلعج کے
 واسطی ہی آتا ہے میرا خانہ خرابی اپنی امت کر + قحبہ ہے پیلہ سے گھر ہوگا
 کلمت کہی امر کو حذف کر دیتی ہیں اور مفعول کو قائم کہتے ہیں حال
 یہ ہوتا ہے کہ بہت مفعول کے ثابت ہو غالب مٹا ہوں اس آواز پر ہر
 سراوڑ جائے + جلا دسی لیکن وہی جائیں کہ ان اور + آ صیغہ امر کا محذوف
 ہے اور وہ مفعول ہے مثلاً عمرو کو خنجر مار میں عمرو پہلا مفعول
 ہے اور خنجر دوسرا اور کو علامت مفعول کی اور بیان مفعول ذات شکم ہی جو
 قرنیہ سی مفہوم ہوتا ہے اور مفعول ثانی عام ہے خواہ خنجر ہو یا کوئی اور آلہ
 ضرب کی چونکہ لفظ اور کا ذکر کرنا اہم تھا وہی قائم مقام مفعول ثانی کے ٹہرایا
 گیا اور اسی کی اہمیت کی لحاظ سے صیغہ امر کا محذوف کیا گیا اور کو قائم کیا گیا

نکتہ کہی صیغہ امر یا اسکی معنی کو مکررات میں اور حقیقت میں نہ آید تو
 ہے مگر مناسبت محل کے سوا ایک لطف پیدا کرتا ہی **مولف** ساقیا
 بادہ و دوشینہ کا اک جام پلا، میں نہیں معتقد کفر نہ اسلام پلا، خیر مصرع
 کا پلا زاید ہی گرمی کشونکو بہنے یا دتیاں واہیں **نکتہ** سنجہ انشائیہ کی
 منحی ہے اور اسکی معنی میں بطریق اعتقاد بزرگے ترک فعل کا طلب کرنا
 اس حیثیت ہی کہ اسلوب کلمہ سے وہ ترک طلب سمجھی جائے اگر اسلوب کلمہ
 سے سمجھی جائیگی تو وہ نہی ہنوی پس ہٹ جا جو اس شعر میں واقع ہی اس
 قسم میں نخل ہو گا ذوق سرد مہر کی کیکے لگے ہی ل سرد ہٹ جا
 بیان دیو پ کے ابر بہار ان چوڑ کر، کیونکہ بیان نئی ذات کلمہ سے
 مستفاد ہوئی ہے نہ اسلوب کلمہ سے بلکہ یہ صیغہ امر کا ہی اور مراد اس
 اپنے سامنی سے ہٹا دینا اور دور کر دینا ہی اور یہ عایت امر میں ہی ملحوظ
 ہے صیغہ نہی کا ست یا نہ کی ساتھ بنایا جاتا ہے یعنی جب کوئی حرف
 انہیں سے صیغہ امر پر زیادہ کیا جائے تو نہی بن جاتی ہے چنانچہ کرست
 نہ **نکتہ** نہی اس طلب کے نخل پر دلالت کرتی ہے جو فی الفو ملحوظ

میں آدمی پس ہی سبب کہ حال میں مستعمل ہوتی ہے اور ماضی مستقبل
 میں نہیں ہوتی اور جب اسکو مستقبل کی طرف رجوع کرنا چاہتی ہیں
 تو اسکی آخرین حرف گاہے است مستقبل کے ہے زیادہ کرتے ہیں اور
 نکر کی جگہ نکر لگا کتے ہیں معنی اسے یہ ہوتے ہیں کہ تیرا کرنا اسوقت درست
 نہوگا نکتہ نہی کہی اپنے پہلی معنوں کے سوا امر کی طرح اور معنوں میں ہی
 مستعمل ہوتی ہے چنانچہ عرض اور دعا اور التماس وغیرہ کتہ منجملہ انشا
 کے ایکٹ اہی اور وہ طلب اقبال یعنی اپنے طرف بلاشکی واسطی آتی ہے اور
 حروف اسکی وہی ہیں جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں یعنی ای آوری آبی
 رہی بی اور اواخر اعلام میں الف یا یا مثلاً لکو کو لکوا یا لکو کے کہتی ہیں
 روز مرہ ان اس قاعدہ کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں کتہ جب مذاکل معنی
 ہیں کیوں اپنی طرف بلانا تو شرط یہی کہ منادی یعنی مخاطب حاضر ہو نہ غائب
 لیکن کہی غائب کو بھی حاضر تصور کر لیتی ہیں اور اسکو پکارتے ہیں میر
 اتر اتر غریبا نہ کنائے اگر لب خشک ہو اسونور چشم حیدر + تر حلق
 دم آہے اسکا نہ ہوا + اہی آب فرات خاک تیری سر پہ + میر صبا

دلی کے پہننے والی مین اور فرات ایک یا ہی جو کوفہ کی نواح میں بہتا ہے
 میر صاحب نے اسکو حاضر سمجھ کے ایسا فرما دیا اور کہی اٹھا کیا لے جاتی
 اور شوق کی واسطی کہہ گئے جوش اوس سے مترشح ہو استعمال میں لاتے ہیں
 مثلاً باد صبا اور نرمل محبوبا در اور خیر و نکو جو قابل خطاب نہیں ہوتین
 اپنا مخاطب ٹھیرا لیتی ہیں لستیم بلبل تو چپک اگر خیر ہے گل تو ہی ہنسک
 بتا کہ ہر حرف نداد و نون مصرعون کے ابتدا اسی محذوف ہی اور کچھ
 انہما تعجب کے واسطی آتا ہے مثلاً کسی مصیبت زدہ یا مجروح وغیرہ کو کیا کیا دیکھ
 پاتے ہیں تو کہتے ہیں اری کیا ہوا کہی حرف نہ ا کا اختصار کے واسطی
 حذف کر دیتی ہیں اور قرینہ پر ہی عناد کر لیتی ہیں مثالین سکی پہلے گزرتے
 ہیں نکستہ منجمہ انشائی ایک عا ہی اور اسکے معنی ہیں خدا کی خباب
 سے بطریق عجز و انکسار کوئی چیز مانگنا اور صیغہ او سکا مضارع کا صیغہ
 قاعدہ او سکا یہ ہے کہ صیغہ مضارع واحد غایب کے آخر میں واؤ لگا دینے
 سے دعا کا صیغہ حاصل ہوتا ہے مثلاً کرے کا کر یوستی کا سینو دیکھو
 کا دیکھو وغیرہ اور کہی حرف سوم مضارع کو جہیم کے ساتھ بدل دیتے ہیں

مثلاً دیو سی پیو کی واؤ کو جیم سے بر لکر دیجیو پیو کہد تیا ہین اور کیچو
 اصل کر ہی ہے خلاف قیاس ہے غالب جس خم کی سو سکتی ہو پیو
 رفو کی + لکھ دیجیو یار با دسی قسمت میں عدو کی + کبھی صنیعہ دعائیہ
 امر بطریق اقبال کے معنوں میں بھی مستعمل ہوتا ہی فوق تال کیچو پیو
 پندین ٹکینے کیا ہو کہ اتنا کج کر سکا نہیں قاتل کو ڈھب آیا واقعیہ
 کبھی جملہ خبریہ جملہ انتشائیہ کے موقع پر آتا ہے اور یہ کثیر الاستعمال ہے جیسا کہ
 کہتم میں امید ہی کل آپ سیلہ میں ملین گے اور مطلب سے یہ ہے کہ تم کل
 سیلہ میں ملنا اور اس حیثیت میں اسو اسطی کہتی ہین کہ مخاطب کو اور
 نہیں کہ میں دروغ گو نہیں بنی ملنے کا وعدہ کروں اور نہ مل سکوں
 اور کبھی جملہ شرطیہ عالی محل میں واقع ہوتا ہی چنانچہ تائیدات قضائہ
 میں اس قسم کے جملے بہت ہوتی ہین فوق سرفہر آسمان جھبک
 کہ دو سرفہر اختر ہو + آئی یہ بہادر شاہ شاہ ہفت کشور ہو + +
 ساتوان باب وصل و فصل کے بیان میں
 نکلت وصل کے معنی میں ایک جملہ کا دوسرے پر عطف کرنا اور فصل

لکھ
 ارباب اقبال
 صنیعہ
 یہ کہ امر کے حال
 میں صنیعہ امر کے حال
 میں امر کے حال
 آئندہ امر کے حال
 اور صنیعہ امر کے حال
 اور صنیعہ امر کے حال

اسکے برخلاف **مکتب عطف** ایک جملہ کا دوسرے جملہ پر چار قسم ہے ایک
 خبر یہ یا خبر یہ پر دوسرا انشائیہ کا انشائیہ پر تیسرا انشائیہ کا خبر یہ پر چوتھا
 خبر یہ کا انشائیہ پر پہلا اور دوسرا قسم تو شائع ہے تیسرا اور چوتھا عربی
 اور فارسی بانہیں کہی کہی آتا ہے لیکن اردو میں بالکل نہیں آتا پس یہ
 نہیں کہا جاسکتا کہ تو جا اور زید بیٹھا ہی اور تم چلو میں آتا ہوں میر
 عطف نہیں **مکتب حجب** ایک جملہ دوسرے جملے کی بعد آوی تو دیکھنا چاہیے
 کہ پہلے جملے کا کیا حال ہے اگر وہ محل اعراب ہی یعنی مبتدا خبر ہے حال
 یا صفت وغیرہ تو اس وقت پر خیال کرنا چاہیے کہ اگر اس سے یہ مقصود ہے
 کہ دوسرے جملے کو پہلے جملے کے اعراب حکم لگائیں اور اس حکم میں اسکو
 شریک کریں یعنی اسکو بھی لیا ہی مبتدا یا خبر یا حال یا صفت وغیرہ
 بناویں تو ضرور ہے کہ پہلے پر دوسرے کا عطف مثل مضر کی کرین پس اگر
 کلمہ اور کے ساتھ عطف کیا جائی تو شرط عطف قبول کرنیکی بیان وہ
 مناسبت ہوگی جو دونوں جملوں میں پائی جاتی ہے اور اس مناسبت کو
 علمائے تازی **جہت جامع** کہتی ہیں چنانچہ **مولف** نگہ دل

ایمان لگینی ہے + ادا اوس شوخ کی جان لگینی ہے + پہلا مصرع دو جملوں پر محتوی ہے پہلا معطوف علیہ اور دوسرا معطوف اور پہلی جملہ کا فعل اور حرف عطف و نون کے درمیان محذوف ہے اور پہلے جملہ کا فعل حرف عطف کی لحاظ سے حذف کیا گیا ہے اور ترکیب سلی بہیہ کہ لگینی فعل ہے مگر اس کا فاعل اور دل مفعول ہے اور یہ تینوں ملکر جملہ خبریہ پیشہ اس طرح دوسرے جملہ میں فعل ہے جو محذوف ہی اور لف فاعل اور ایمان مفعول اور یہ فعل مع اپنے فاعل اور مفعول کے جملہ خبریہ پس پہلا جملہ خبریہ تھا دوسرے جملہ میں بھی یہی منظور تھا کہ اوسکو بھی خبریہ بناوین تاکہ دونوں کی صورت یکساں ہو جاویں اس واسطی پہلے جملہ پر دوسرے کا عطف کر دیا اور مناسبت ان و نون میں جبکہ نام ہمینی ہمت جامع رکھا ہی بہیہ کہ مخبر یہ یعنی مسند دونوں میں ایک ہے مگر متہ جس نثر میں دو فقرہ ہوں دوسرے کو پہلے پر معطوف کرنا واجب ہے خواہ لفظاً ہو یا تقدیراً مگر یہ مقصود نہ کہ دوسرے جملہ کو پہلے کا اعرابین اور اس کے حکم میں اوسکو شریک کریں تو اس موقع پر فضل کرنا چاہیے جیسا کہ میں نے

اسد اللہ غالب نے اپنی شہر میں مانا کہ کچھ نہیں غالب سفت ہاتھ آئے تو
 برا کیا ہے، مصرع ثانی پہلے پر معطوف نہیں اگر معطوف کہا جائے تو لازم
 آتا ہی کہ اسکو ہی مانا کا مفعول نہیں لیں سو یہ ہرگز مراد نہیں نکلتا اگر
 پہلا جملہ محل اعراب اور پہلے جملہ کا دوسرے کے ساتھ ربط مقصود ہو تو عطف
 کرتے ہیں مگر اس حرف کے ساتھ جو واو کی سوا ہو جیسا کہ کہتی ہیں بن دیا یا
 پر عمرو آیا ان دونوں جملوں میں تعقیب اور مہلت ملحوظ ہے مکتہ کا یہ یا جو
 تردید کے واسطے آتا ہی جب وجہ انشائیہ کے درمیان واقع ہو تو ہر حذیمہ
 دونوں جملے صوت میں منفصلہ ہوں لیکن پہلا جملہ بحال رہتا ہی
 حرف عطف کی حذف کر دینے پر دوسرا جملہ شرطیہ متصل بن جاتا ہی چنانچہ
 شہر یا تنگ نہ کر ناصح نادان محبتی تنا یا محب کو دکھا دی میں ایسا کر سچ
 کیونکہ مطلب یہ ہے کہ یا تو مجھے تنگ نہ کر اگر تنگ کرتا ہی تو مجھی ایسا نہ
 او ایسی کر دکھا دی اگر پھلے جملے کے ساتھ دوسرے جملہ کا عطف اس حرف
 عطف کے ساتھ جو سو واو کی ہو مقصود نفوی اور پہلی جملہ کا حکم دوسرے
 کو ندین تو اس حالت میں فصل واجب کیونکہ وصل میں اشتراک لازم

آتے ہیں جیسا کہ صاحب باغ و بہار لکھتی ہیں فقرہ فقیر نے ناچار خاطر
 ہمان کی استقبال کر کے نہایت تپاک سی برابر اس جوان کے لاٹھیا یا
 جوان اوکلی دیکھتے ہی ایسا خوش ہوا جیسے دنیا کی نعمت ملی الخ جملہ جوان
 دیکھتے ہی الخ پہلے جملہ پر معطوف نہیں کیونکہ معطوف ہونے کی صورت میں
 لازم آتا ہے کہ یہ بھی شکلم کے فعل میں سے ہو اور یہی طور نہیں بختم
 اگر پہلی جملہ کا ایسا حکم ہو کہ دوسرے جملہ کے مفہوم سے زیادہ ہو یا ہو تو ایسا
 ہو کہ دوسرے جملہ پر بھی حکم لگا سکیں تو دیکھنا چاہیے کہ ان دونوں
 جملوں کے درمیان بحال اتصال یا کمال انقطاع تو نہیں اگر یہی تفصیل
 کرنا چاہیے تو نہیں تو وصل کیونکہ وصل ایسے دو جملوں کے درمیان ہوتا
 ہے جو ایک دوسرے سے مغایرت کہتی ہوں اور نہ نسبت بھی دونوں
 میں موجود ہو اور جب کمال اتصال ہو گیا تو نہ نسبت تو موجود رہتی
 ہے لیکن مغایرت مفقود ہوگی اور جب دونوں میں سے ایک ہی مفقود
 ہوگی تو عطف نہیں کیا جائیگا اور کمال اتصال یا لفظی ہوتا ہے یا
 معنوی مثلاً ایک جملہ انشائیہ ہو اور دوسرا خبریہ یا پہلا خبریہ ہو

دوسرا انشائیہ سوال دونوں میں عطف نہیں ہو سکتا جیسا کہ اس باب
 کے ابتدا میں بیان ہو چکا ہے معنوی یہ ہے کہ دونوں جملے معنوں میں
 مختلف ہوں **فروق** کہتے ہیں آج ذوق جہان گزر گیا کیا خوب
 آدمی تھا خدا مغفرت کری + پہلا مصرع دوسرے سے ایسا مختلف ہے کہ
 ان دونوں میں انقطاع پایا جاتا ہے اور کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت
 کری سے منقطع ہے نکتہ کہی کمال اتصال ایسے موقع پر آتا ہے کہ دوسرا
 جملہ پہلے جملہ کی تائید واقع ہو **فروق** شب ہجران سیر نہیں ہوتی +
 نہیں ہوتی سحر نہیں ہو + دوسرا مصرع دو جملوں پر معنوی ہے ایک نیز
 ہوتی سحر دوسرا نہیں ہوتی انہیں جو حکم پہلے کا ہی وہی بعینہ دوسرے کا اور
 یہ دونوں لفظاً و معنئاً مغایر نہیں ہیں اور کمال اتصال انہیں ہو جو
 ہے اسلیٰ ان دونوں میں عطف نکلیا گیا اور دوسرا جملہ پہلے کی تاکید ہے
 اور یہ دونوں ملے پہلے کی تاکید میں کثرت کہی کمال اتصال ایسی
 موقع پر آتا ہے جہاں دوسرا جملہ اہم ہو اور پہلے سے غرض متعلق ہو
 مثلاً کشتی میں آئیے تشریف کہی یا لو کہنا نا کہا و جا و سور ہو ظاہر ہے

کہ ان مثالوں میں دو وجہیں ہیں پہلے سی کوئی غرض نہیں اور مطلوبہ مسئلہ
 اسوہ کی کمال اتصال کے لحاظ سے فیض کیا گیا اور عطف احترام ہوا
 ممکنہ طرح میں قسم ہے ایک عقلی اور وہ ایک مہر ہی جسکی سبب عقل
 تقاضا کرتی ہے کہ قوت تفکر میں دو جملے جمع ہو جائیں اور وہ امر
 یا تو یہ ہے کہ مخیر عنہ یا مخیر بہ دونوں تصور میں ایک ہون یا کسی قید
 مثلاً صفت حال ظرف وغیرہ میں اتحاد ہو یعنی اگر ایک جملہ مقید
 بصفت یا حال یا ظرف وغیرہ ہو تو دوسرا بھی بیاہی ہو یا دونوں جان
 میں تامل ہو یعنی ایک جملہ دوسرے کی مثل ہو و قیہ تامل کے معنی ہیں
 ایک دوسرے کی مثل ہونا اور اصطلاح میں تامل اُن دو چیزوں میں ہوتا
 ہے جو حقیقت میں متحد ہوں اور یقین میں مختلف مثلاً زید اور عمر کہ
 دونوں کی حقیقت ایک ہے کیونکہ وہ ہی انسان ہے اور یہی ہیں لیکن
 یقین میں مختلف ہیں کیونکہ اوسکا نام زید رہا گیا ہے اور اسکا نام عمر
 اگر کہا جائی کہ عقل کلیات کا ادراک کر سکتی ہے اور خبریات کا ادراک
 اوسکا کام نہیں بلکہ خبریات کا ادراک حواس سے علاقہ کرتا ہے اور تامل

جزئیات میں سی ہے پس اس کا ادراک عقل کیونکر کر سکتی ہے اور تماثل
 جامع عقلی کے قسم میں کیونکر متعدد ہو سکتا ہی تو ہم کہتی ہیں کہ قبیل
 بشیک رستے لیکن قوت عاقلہ و مشلون کو یعنی زیادہ اور عمر کو مستحضر
 و تعیین خارجی سی مجبور کر لیتی ہے یعنی زیادہ کو زیادہ اور عمر کو عمر و نہیں جانتی
 بلکہ انسان مطلق او کو خیال کرتی ہے تفصیل اسکے فنون عقلیہ سے
 معلوم ہوگی ہمیں بیان اپنا مدعا بیان کرنا مقصود ہے اور بعض فضلا
 کہتے ہیں کہ تجانس اور تشابہ ہی جامع بن سکتا ہی تجانس کے یہ معنی
 ہیں کہ دو چیزیں ایک جنس کی ہوں مثلاً آدمی اور گھوڑا جو جنس میں
 شریک ہیں یعنی وہ ہی حیوان ہے اور وہ ہی اور تشابہ کی یہ معنی
 ہیں کہ دو چیزیں عرضیات میں متحد ہوں مثلاً زیادہ اور عمر و دونوں
 سخاوت یا شجاعت میں شریک ہوں یعنی یہ بھی نجی یا شجاع ہی اور
 وہ ہی پس تجانس اور تشابہ ہی جامع بن سکتا ہی مثلاً حیوانات
 کی بیان میں کہا جائے کہ طوطا ایسا ہوتا ہی بیل ایسا ہوتا ہے اور گھوڑا
 ایسا اور بہادر و جنگ و ذکر میں کہا جاتا ہی کہ زیادہ ایسا شجاع ہی اور عمر و

ایسا شجاع یا تضایف اور تضایف کی یہ معنی ہیں کہ ایک چیز دوسرے کی نسبت سے معلوم ہو مثلاً کسی شخص کا آپ ہونا اور نسبت ثابت ہوگا جبکہ اس کا بیٹا موجود ہوگا اور بیٹا اس حالت میں ہوگا جبکہ اس کا باپ موجود علیٰ ہذا القیاس علت معلول اور اکثر و اقل مثلاً عمر و بڑا ہے اور زید چوٹا ہے دوسرا جامع وہی ہے اور وہ ایک امر ہے کہ اس کی سبب وہم تقاضا کرتا ہے کہ دو جملہ قوت متفقہ میں جمع ہو جائیں اور وہ کہیں اس سبب سے ہوتا ہے کہ دونوں میں رشتہ مماثل ہوتا ہے چنانچہ سفیدی اور زردی اور سنبری اور سیاہی کیونکہ قوت و امہ ان دونوں کو دو مثل خیال کرتی ہے اس جهت سے کہ یہ دونوں قریب قریب ہیں اور قوت عاقلہ ان دونوں کو متحد اور متباین سمجھتی ہے اگر کسی تضاد ہوتا ہے چنانچہ سفیدی اور سیاہی اور کہیں شبہ تضاد چنانچہ زمین و آسمان اور پلا اور کوہ و ہر چند دونوں میں تضاد نہیں لیکن شبہ تضاد کا پایا جاتا ہے اور تضاد اور شبہ تضاد میں اس سبب سے جامع

پیدا ہوتا ہے کہ وہم سکو بمنزلہ تضایف کے بنا لیتا ہے پس یہی باعث
 کہ جب ایک ضد خاطر میں گزرتی ہے تو دوسری بھی اکثر اوقات
 خیال میں آجاتی ہے اور یہی خاطر میں گزرتا وہم کے رو بہی عقل کی
 راہ سے تیسرا جامع خیالی ہے اور وہ ایک امر ہے کہ اسکی سبب سے
 خیال تقاضا کرتا ہے کہ دو مجملہ قوت متفکرہ میں جمع ہو جائیں اور یہی
 اس سبب سے ہوتا ہے کہ عطف کرنے سے پہلے ان دونوں کے درمیان
 خیال میں قرب ہوتا ہے اور اس قرب کے سبب مختلف ہیں یہی سبب
 کہ جو صورتیں خیال میں ثابت ہو جاتی ہیں وہ از رو ترتیب و ضوح کے
 مختلف ہو جاتی ہیں کیونکہ بعض صورتیں ایسی ہیں کہ ایک شخص کے
 خیال میں وہ ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہوتیں اور دوسرے شخص کے
 خیال میں وہی صورتیں آپس میں جمع نہیں ہوتیں اور بعض ایسی صورتیں
 ہیں کہ ایک شخص کے خیال سے بالکل غائب نہیں ہوتیں اور دوسرے
 شخص کے خیال میں وہ ہرگز آتی ہی نہیں جب یہ حال ہے تو ایسی دو مجملہ
 کے اجتماع کی واسطی سبب بھی مختلف ہونگی پس ایسی خیال کا جائنا ضرور ہے

ہے جو الفت طبعیت اور عادت سی پیدا ہو وی مثلاً کہین یا رکا
 قامت دیکھا اور قیامت کے قابل ہوئے۔ اجتماع قامت و قیامت کا
 خیال میں فتنوں کے سبب سے ہے اور جب یہ خیالی امور شعر شاعر
 کے طریقہ پر ہیں اور اس قسم کے آدمیوں کے دل میں خوب جمی ہوئے ہوتے
 ہیں اگر عام لوگ انکو سنتی ہیں تو پسند نہیں کرتے اور اس قسم کی تیار
 بہت ہیں جو شخص نہیں سلیم کہتا ہوگا وہ خود تلاش کر کے نکال لیا
 نکتہ حبیبہ ت اتصال ملحوظ ہوتی ہے توجہ لفظ معطوف و معطوف علیہ
 دو وزن میں چاہیے فقط معطوف علیہ پر لگاتے ہیں اور معطوف سی
 حذف کر دیتی ہیں **غالب** شہنشاہ فلک متطربے مثل و نظیر
 اسی جہاندار کرم شیوہ بی شبہ و عدیل بی مثل و بنظیر اور بی شبہ و عدیل
 کہنا چاہیے تھا مگر شدت اتصال کے واسطی لفظ بی صرف مثل اور شبہ
 پر جو معطوف علیہ ہیں لگایا گیا اور معطوفوں سے حذف کیا گیا
 نکتہ حبیب معطوف اور معطوف علیہ دو وزن کلمہ کیا کی جو استفہامہ
 ہے مدخل ہوں تو وصل کرنا جائز ہے ذوق کیا صوفی ہو کیا

میش قابل سیر دونوں میں نکت عطف کہی شدت ملازمت
 کے واسطی آتا ہے یعنی مدطوف و معطوف علیہ ایک دوسرے کے سخت ملازم
 ہوتے ہیں اور یہ سب کو اور وہ اس کو لازم ہے گویا ایک دوسرے کا افتراق
 ممکن نہیں غالب تو اور سو غیر نظر ثانی تیز تیز میں اور دکھ تری
 شرہ ہی دراز کا یعنی تیرا ہی حال ہے کہ غیر کی طرف نظر ثانی تیز تیز سے
 تجویز کہنا لازم ہے اور یہ تھکسی اور تو اس سے جدا نہیں ہو سکتا اور
 میں وہ کہ محب کی لازم ہے اور اس کا محب کسی الگ ہونا ممکن نہیں اور
 کہی شدت مفارقت کی واسطی ہی آتا ہے یعنی ان دونوں کا اجتماع
 ہرگز نہیں ہو سکتا گویا دونوں نقیض ایک دوسری کی ہیں غالب
 عشق و مزدوری عشرت کے خسر و کیا خوبت ہو تو تسلیم نکو نامی فرما دینا
 یعنی عشق و مزدوری میں ضد ہی و اسی قسم سے ہے میر میں اور نیم
 می سے یوں تشنہ کام آؤں اگر مینی کی تھی تو بہ سانی کو کیا ہوتا
 نکت اگر دوسرا جملہ متکلم کے زعم میں پہلے جملے کی قید ہو تو وہ دوسرا
 جملہ اس موقع پر حالیہ ہو گا غالب گئی وہ ن کہ ناہستہ غیروں کے

وفا داری کیا کرتے تھے تم تقریر میں خاموش رہتے تھے تھی + جملہ ہم خاموش رہتے تھے تھی
 معطوف ہی جملہ کیا کرتے تھے تم تقریر پر اور حال بھی ہے چونکہ یہ دونوں جملہ اُن
 میں متصل ایک دوسرے کے ہیں تو ربط کلام اور افادہ کے واسطی عطف کیا گیا
 تاکہ جمعیت پر دلالت کرے یعنی تمہارا تقریر کرنا اور میرا خاموش رہنا دونوں
 ایک وقت میں تھے اگر کہا جائے کہ حرف عطف بیان کوئی مذکور نہیں تو ہم
 کہتی ہیں کہ ضرورت شعری کی واسطی حذف کیا گیا اور بغیر ضرورت کے بھی
 ایسے موقع پر حذف جائز بلکہ حسن کلام کا باعث ہے

آٹھواں باب ایجاز اور اطناب و مساوات کی بیاضمین

نکتہ ادا کرنا اصل مراد کا تین قسم ہے یا تو ایسی لفظ کی ساتھ ادا کرین جو

اصل مراد کی ساتھ مساوی ہو یا ایسی ناقص لفظ کی ساتھ جو اسکو وفا کری

یا ایسی ای لفظ کی ساتھ جو کچھ فائدہ پہلے کا نام مساوات ہی دوسرے

کا ایجاز تیسرے کا اطناب و فاکری کی قید جو ہمیں ایجاز کی تعریف میں

لگائی ہے اس کا اخلال خارج ہو گیا اور وہ یہ ہے کہ کلام کو ایسی ناقص

لفظوں کی ساتھ ادا کرین جس میں اصل مراد میں خلل واقع ہو جیسا کہ منشی

غلام اصغر خان صاحب صغریٰ مانی ہیں ۵ مانا شراب میں ہی تو طاعت
 میں ہے ریا + اصل مراد تکلم کی جگہ کہ فرض کیا کہ شراب میں شر ہے تو طاعت
 میں ہی یا موجود ہی کذا المستفاد من المصنف لفاظ اس کلام کی ایسی قصہ
 ہیں کہ انہی و معانید حاصل ہو سکتا بلکہ دعای قابل کے برعکس ہے کیونکہ
 اس کلام شکی ثابت ہی کہ آب میں شر ہے اور یہ خود مطلوب نہیں اگر یوں کہا جاتا
 کہ اگر شر شراب میں ہے تو طاعت میں ہے ریا + تو درست ہو جاتا اور فائدہ
 کی قید سی جو اطناب کی تعریف میں لگائی گئی ہے تطویل خارج ہوگی
 اور وہ یہ ہے کہ ایک ایسا لفظ استعمال کریں جو اصل مراد سی اید ہو بشرطیکہ
 زیادت غیر متعین ہو جیسا کہ اس بیت میں میر حسن اگر اب میں لاگو
 ہوں اور سلی کہی + تو پھر ہونکے جو بھی تم تھی + لفظ تھی زیادہ محسن
 مطلب جو بھی کہ ہی ختم ہو جاتا ہی لفظ پھر کی آئینے سے تھی بیفایدہ ہو گیا
 اور اس فائدہ کی قید سی حشو بھی خارج ہو گیا اور وہ یہ ہے کہ ایسا لفظ
 استعمال کریں جو اصل مراد سی اید ہو بشرطیکہ زیادت غیر متعین نہ یعنی
 مناسب مع حال ہو اور وہ دو قسم ہی ایک حشو مفسد یعنی کلام از

فساد پیدا کر نیوالا میر حسن بنایا سمجھو جو جبکہ خوب وسی + خدائی کیا
 اپنا محبوب + سمجھو جو جبکہ خوشی کیونکہ معنی بد و ن او کی تمام ہو سکتے
 ہیں اور غیر معین اس واسطی نہیں کہ حال ہے فاعل فعل بنایا کا اور مفسد
 اسلمے ہی کہ اس سے لازم آتا ہے کہ فاعل حقیقی کہی بے سمجھو جو جی نہیں بنایا
 کرتا ہی جناب سالت آب صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کی مخلوقات سے
 ہیں جبکہ سمجھو جو جبکہ اوسنی بنایا تعالیٰ شانہ عن ذلک علواً کبیراً اور
 خوشو غیر مفسد اور وہ تین قسم ہے ایک ملیح دوسرا متوسط
 تیسرا بسیج ملیح وہ کہ حسن کلام کا باعث ہو اور کلام کو ملاحظہ بخشی
 ذوق کشتہ ہوں میں کس چشم سیت کا یارب پکی ہے جو تھی میرے
 تربت کی شجر سی جلہ نڈائیہ یعنی لفظ یارب خوشی اصل بد عاید و ن اس کے
 تمام ہو سکتا ہی لیکن اس جملہ سے ایک فاق اور مضطرب پایا جاتا ہی جو ملا
 اذرا ہی اسی قسم سے ہے لفظ ظالم سوڈا کی شعر میں سوڈا تری فریاد
 سے آنکھو نہیں کٹی رات آتی ہے سحر ہوئی کو ظالم کہیں ہر ہی خوشو متوسط
 وہ ہے کہ ہونا نہ ہونا اوسکا برابر ہو بشرطیکہ سلاست سخن کو نقصان

نہ پونچا دی ذوق سایہ سر و چین تہہ بن ڈرانا ہی مجبئی اثر دبا بن شیکے
 شبای شگ گلشن آب میں ای شگ گلشن جلد ندائیہ صل مراد سی
 ہے مگر سلاست سخن کو اس کے کچھ نقصان نہیں پونچا اور عدم وجود
 اسکا برابر ہے مان اگر صنعت لزوم والا یزرم خیال کیجا دی درنا سب
 لفظی دیکھا جائے تو پہلا قسم ہی بن سکتا ہی حشو قبیح وہ ہے کہ ایسا زاید
 لفظ استعمال کریں جو محض بیفایده ہو مولف پنجابی ہے نام کو بظاہر
 ہر ملک کے حال سے ہی ماہر یہ شعر پنجابی اخبار کی صحن میں لکھا گیا ہے
 جو زمان تحریر اوراق ہذا میں دار السلطنت لاہور میں چیتا ہے لفظ بظاہر
 باوجود لفظ نام کو کی بیفایده ہے مگر مساوات یہ ہی ذوق
 زلفین تری کلی فرانہین دل سے مری کیا کام + دل کعبہ ہی اور کعبہ مسلمان کے
 لہی ہے + اس شعر میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو صل مراد سی اید ہو یا کم
 بلکہ پورے پورے ہیں مگر ایجا زود قسم ہے ایک یہ کہ اگر کلام کوئی
 لفظ حذف کر دیں تو اود کا قایم مقام کوئی نہوشلا چور کی وارہی میں تنکا
 یہ ایک ایسا جملہ ہے کہ لفظ اسکے بہت توڑے ہیں اور مضمون اسکا

ایک مشہور قصہ ہی اور وہ طویل ہے جو حذف ہو گیا اور کوئی چیز اس کے قیام
 مقام نہیں گویا حذف اسمین ہے ہی نہیں اس ایجاز کا نام ایجازِ قصر
 ہے دوسری قسم ایجازِ حذف ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی چیز اسمین سے
 حذف کرین مثلاً جزدجلہ کا حذف کر دین چنانچہ حروف جزائے حبسیہ کہ
 تقدیم جزا کی صورت میں گزر چکا ہے یا جزا کا حذف کرنا ذوق ہے
 ذوق شہید اس کو کرنے میں کئی عاشق + کرنی ہے اگر سبقت کیا دیر
 لگائی ہے + جملہ تو کر بیان سے محذوف ہے اور کیا دیر لگائی ہے جو جملہ خبریہ
 کا مودیتما اس کا قایم مقام ہے **نکات** کہیں ایجاز حذف ایسی جگہ
 آتا ہے کہ کلمہ محذوف اظہار کے لایق نہیں ہوتا چنانچہ ابوابِ ساقبہ
 میں مثال اس کی گزر چکی ہے **نکات** حذف ایجاز میں کہیں محذوف کا
 قایم مقام ہی ہوتا ہے ذوق بان تامل دم ناؤں گلنی خوب نینر
 ابی چپاتی سری تیرون چینی خوب نین + بان کلمہ ایجاب کا ہی اور
 اکثر اوقات ابتدائی مرین واقع ہوتا ہی خواہ امر ملفوظ ہو یا محذوف
 مگر اس وقت کلمہ ایجاب ایجاب کے معنوں میں مشتمل ہونگا محذوف کی

مثال یہ ہے غالب متا ہوں اس آواز پہ ہر خند سر اور جانی + جلاؤ
 لیکن وہ کہی جائیں کہ ہاں اور + یعنی اور مار + امر ملفوظ کی مثال یہ ہے
 شعر یہ غل تھا کہ ہاں مار لو مار لو + خبردار دشمن کو مہلت نہ دو + ذوق
 کے شعر میں بھی ہاں کے بعد صیغہ امر کا محذوف ہے یعنی تامل نہ کرو اور
 اس کی علت قایم مقام محذوف ہے نکتہ اطناب کہی ایضاح کے
 ساتھ کرتے ہیں جو بعد پیام کے واقع ہوتا ہے او وہ اسو اسطی ہوتا
 ہے کہ ایک معنی دو مختلف صورتوں میں بیان کئے جائیں یا اسو اسطی
 کہ ذہن میں وہ معنی خوب متکلم ہو جائیں یا تکمیل لذت کے واسطی جو
 ان معنوں سے حاصل ہوتی ہے مثلاً کہتی ہیں بہت خوبصورت آدمی
 ہے زید باوجود ضمیر مشترک کے زید بارز ذکر کیا گیا تو شیخ بھی
 اسی قسم سے ہے اور وہ یہ ہے کہ ابتدائی کلام میں کئی ایک چیزیں
 مبہم ذکر کرین پھر ان کی تفسیر کرین چنانچہ شعر دین دنیا میں مجھ
 آنے میں دو باتیں پسند + بندگی حق کی محبت حیدر کرار کی + یا مگر
 کے ساتھ اطناب ہوتا ہے اور نگرار کسی نکتہ کے واسطی ہوتی ہے مثلاً

تاکید و ذوق ساتھ تیری ہم ہی چون سایہ مقرر جائیں گے۔ آگے
 جائیں چھپے جائیں جائیں گے پر جائیں گے اور کہتی نذیل کے ساتھ
 ہی ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک جملہ کے بعد دوسرا جملہ بیان کریں
 جو پہلے جملہ کے معنوں پر مشتمل ہو مثلاً میری پان تولیتا جا فقیر و تنگ
 برگ سب سے تحفہ درویش + دوسرے مصرع میں پہلے مصرع کی معنی
 تفاوت لیسر ہو جو دہن اور فائدہ اس سے تاکید ہے اور کہتی عمر حاضر
 کے ساتھ اظناب کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ کلام کے درمیان ایک جملہ
 ذکر کریں اور سوک دفع ایہام کے اس سے کوئی فائدہ مقصود ہو مثلاً
 تقدیس چنانچہ اللہ (جل جلالہ) فرماتے ہیں + محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
 خاتم الانبیاء ہیں + مسخنی خطوط کے اندر جو جملے ہیں وہ مقرر نہ ہیں + یا
 تعجب مثلاً ذوق سر بوقت ذبح او اس قاتل کے زیر پای ہے +
 یہ نصیب اللہ اکبر لوشنی کی جابی ہے + اللہ اکبر تعجب کے وقت یا عظمت کے
 مقام پر بولتی ہیں + یا وعا مثلاً فرفر شا باش دلا
 ارشد ک اللہ تلک + پہچانا او سے تو نے جسی دیکھا نہ یہالا + یا

تعمیم مثلاً غالب حضرت ناصح جو آئین دیدہ دل فرس راہ بہ
 تو سمجھا دو کوئی محبکہ کہ سمجھائیں گے کیا دیدہ دل فرس راہ تعظیم
 واسطے جملہ معتضدہ واقع ہوا ہے یا ہمیشہ کی ساتھ اور وہ
 یہ ہے کہ ایک فضلہ کلام میں لاوین جو خلاف مقصود کا ایہام نہ کرتا
 ہو اور یہ کہی مبالغہ کے واسطی آتا ہے مثلاً کہتے ہیں میں نے اپنی نگاہوں
 سے دیکھا ہے لفظ اپنی آنکھوں سے تعمیم کے واسطے ذکر کیا گیا ہے
 جب قاعدہ تعمیم کا تمام ہو گیا تو ہم اپنے اس سالہ کو بھی لفظ
 مبارک پر ختم کرتے ہیں وَالْخُرُوجُ نِيَا أَرِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ

الْعَالَمِينَ ھ ھ

خاتمة الطبع

خدا کا شکر و حسان ہے کہ سالہ فایض البیاض ھ ھ حافظہ عمر در

فایض تخلص تباریخ ۱۲۹۳ ھ ختم ہوا

می ۱۸۶۶ عیسوی

تعظیم شلا غالب حضرت ناصح جو آئین دیدہ دل روشن باد ہیں
 نو سبھا دو کوئی محب کو کہ سبھا میں ہے کیا دیدہ دل روشن باد تعظیم
 واسطے جملہ معترضہ واقع ہوا ہے یہ تمہیں ہم کی ساتھ اور وہ
 یہ ہے کہ ایک فضائلہ کلام میں ہا وین جو خلاف مقصد کا ایسا فرکتا
 ہوا اور یہ کہی مبالغہ کے واسطے آتا ہے مثلاً کہتے ہیں میں نے اپنی انکھوں
 سے دیکھا ہے لفظ اپنی انکھوں سے تعظیم کے واسطے ذکر کیا گیا ہے
 جب قاعدہ تعظیم کا تمام ہو گیا تو ہم اپنے اس سالہ کو بھی لفظ
 مبارک پر ختم کرتے ہیں وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ
 الْعَالَمِينَ

الْعَالَمِينَ

خاتمة الطبع

خدا کا شکر و حسان ہے کہ سالہ فایض البیاض لفظ حافظہ عمر درآ

فایض تخلص تباریخ ۱۴ ربیع الآخر ۱۲۹۳ ختم ہوا

می ۱۲۹۳ عیسوی

